تفسیر [illegible]

از قلم
مُبلّغِ اعظم مولانا محمد اسماعیل قدس سرہٗ

مرتّبہ
مولانا الحاج ناصر حسین صاحب نجفی

ناشر مُبلّغِ اعظم اکیڈمی ۵-آر-۲۲ سیٹلائٹ ٹاؤن جوہرآباد (خوشاب)
فون: ۲۰۴۹

مسئلہ خلافت پر مبلغ اعظم مولانا محمد اسمٰعیل قدس سرہٗ کے انقلابی قلم کا شاہکار

تفسیر خلافت

مرتبہ

مولانا الحاج ناصر حسین صاحب نجفی

ناشر

مبلغ اعظم اکیڈمی

5/R/22 سیٹلائٹ ٹاؤن، جوہر آباد (خوشاب)

فون نمبر: 2049

نام کتاب ______ تفسیرِ خلافت

مصنف ______ مبلّغ اعظم مرحوم

بار ______ چہارم

تعداد ______ ایک ہزار

کتابت ______ شریف قادری

طباعت ______ الباسط پریس، سرگودھا

ناشر ______ مبلّغ اعظم اکیڈمی

قیمت [redacted] روپے

جامعہ سجّادیہ
جوڑہ کلاں ضلع خوشاب
کی اعانت آپ کا دینی و ملی فریضہ ہے (ادارہ)

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۱	تصحیح مفہوم بعض آیاتِ قرآنیہ	۵
۲	تصحیح تفسیر آیۂ استخلاف	۶
۳	مفصّل تفسیر آیۂ ولایت	۵۶
۴	تفسیر آیہ اوّل در تحقیق معنی اولی الامر	۷۲
۵	خلافتِ ابوبکر ازقمی کا جواب	۱۰۱
۶	تفسیر آیہ اُولی الامر پر نظرِ ثانی	۱۰۹
۷	تفسیر آیۂ غار	۱۱۴
۸	تفسیر آیہ شوریٰ	۱۵۴

پیش لفظ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اَمّا بَعد:- میرے جملہ خدماتِ دینیہ و مذہبیہ کسی انجمن یا باڈی کی زیر سرپرستی نہیں چل رہے، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل اور آئمہ طاہرینؑ کی دعا و مدد کا نتیجہ ہیں۔ جو کچھ تحریراً یا تقریراً ہوا سب ان کی نوازش ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

اَمّا بِنِعمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّث کے طور پر یہ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ان حقیر خدمات کو میری توقع سے زیادہ بار آور ثابت کیا اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں مذہب شیعہ میں داخل ہوئے اور بیسیوں مناظروں میں لوگوں نے الحق مع علیؑ و علیؑ مع الحق اور القرآن مع علیؑ و علیؑ مع القرآن کا مظاہرہ دیکھا۔ مخالف مرعوب ہوئے اور مومن محفوظ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ کتاب **تفسیرِ خلافت** میرے چند مضامین کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً میرے قلم سے تحریری مباحثوں سے نکلے جن کو ادارہ "درس آلِ محمدؐ" نے نہایت جانفشانی سے جمع کر کے اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ میں اس حقیر خدمت کو خدا کے نائب رسالتمآبؐ کے آخری خلیفہ امام العصر والزمان عجل اللہ فرجہ کے نام پر معنون کرتا ہوں اور ہر ادنیٰ ہدیہ ان کی خدمت میں پیش کر کے یہ تمنا کرتا ہوں۔ ع گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

اور ان ہی کو اپنا سرپرست تصوّر کرتا ہوں:-

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمیں کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

کے حساب سے ان کا ممنون ہوں۔ صلوٰۃ بر محمدؐ و آلِ محمدؐ

حقیر محمد اسماعیل (مبلغ اعظم)

تصحیح مفہوم بعض آیاتِ قرآنیہ

آجکل بعض مدعیانِ امامت اپنے بزرگوں کی مدح و ثناء میں رسائل شائع کر رہے ہیں۔ سو کوئی حرج نہیں۔ ہر شخص کو اپنے بزرگوں کی مدح و ثنا کا حق ہے۔

کلّ حزب بما لدیھم فرحون
ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

مگر جہاں تک قرآنی آیات کے مفہوم میں غلط بیانی کا تعلق ہے اس کی اصلاح ضروری ہے تاکہ عوام گمراہ نہ ہوں اور بوجہ خاموشی بے محل ہمیں گناہ نہ ہو۔ کیونکہ بزرگوں کا فرمان ہے۔

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است
وگر نہ خاموش بنشینی گناہ است

ورنہ ان کی بات کوئی علمی نہیں ہے۔

تصحیح تفسیر آیۂ استخلاف

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ
کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی
لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط
وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہ پ۱۸-س-النور

ترجمہ:- وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے۔ البتہ ان کو زمین میں خلیفہ کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو خلیفہ کر چکا ہے اور محکم کرے گا ان کے واسطے ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کے بعد ان کو امن میں بدل دے گا۔ وہ خلفاء میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے۔ جو لوگ اس کے بعد انکار کریں پس وہی لوگ فاسق ہیں۔

امامت کا اُصولِ دین میں ہونا

خاتمہ نبوت کے بعد یہ امامت کا وعدہ ہے کہ اس اُمت میں بھی حسبِ سابق واجب الاطاعت خلفاء ہوں گے ان کا منکر فاسق ہو گا۔ پس اس آیت سے امامت کا اُصولِ دین میں داخل ہونا ثابت ہوا۔ ورنہ ان کا منکر فاسق اور کافر نہ کہلاتا۔ جیسا کہ مَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہ
کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں جن کے ہاں امامت غیر ضروری ہے۔ اس سے

ان کی رد ہو گی۔

خُلفاء موعُودِ مِنَ اللہ ہوں گے

کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین وعدے فرمائے ہیں۔
اوّل:- اُمتِ محمدیہ میں استخلاف مثلِ سابق۔ دوم خلفاء کیلئے دینِ مرتضیٰ کی تمکین۔ سوم خوف و تقیہ خلفاء کے بعد امنِ کامل۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ خلفاء موعُودِ مِنَ اللہ ہوں گے۔ نہ باجماع نہ شوریٰ۔

موعُود خلفاء کے چار صفات

اور اس آیت میں خلفاء موعُودِ مِنَ اللہ کے چار صفات بھی بیان فرمائے ہیں جو باقی صفات کے لئے بمنزلہ اصل الاصول ہوں گے۔ ایمان کامل و جمیع اعمال کا صالح ہونا عبودیت۔ شرک خفی و جلی سے مطہر ہونا۔

ایمانِ کامل

سے مراد تحقیقی۔ کشفی ایمان ہے جو تمام حجاباتِ ظلمات ختم ہونے کے بعد مشاہدہ اور شہودِ ذاتی تک پہنچنے کا نام ہے کما فی العزیزی

قیدِ مِنْکُمْ کا مفاد

اٰمَنُوْا مِنْکُمْ یَا اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ یا بخاری شریف کی حدیث وَاِمَامُکُمْ

مِنْكُمْ ——————— میں کُمْ ضمیر مخاطب کی قید سے سابقہ اُمتوں سے احتراز مقصود ہے۔ یعنی امامت و خلافت اور اولی الامر ہونے کا دروازہ صرف اُمّتِ محمّدیہ کے لئے کھلا ہے۔ کُل بنی آدم کے لئے نہیں اس سے ان کی بھی ردّ ہو جاتی ہے جو یَا بَنِیۡ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ سے استدلال شروع کر کے اُمّتِ محمدیہ میں نبوّت کے دروازے کھولنے شروع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ بشارت بنی آدم کے لئے نہیں بلکہ اُمّتِ محمّدیہ کے لئے ہے یعنی اُمّتِ محمّدیہ کی بنی آدم سے تخصیص مقصود ہے۔ بابی و بہائی اور احمدی حضرات اجرائے نبوّت کی دلیل پیش کرتے وقت دعویٰ اور دلیل میں عموم خاص کے تطابق کا خاص خیال رکھا کریں اور عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے عصمتِ خلفاء کی طرف اشارہ ہے کیونکہ الصّالحات جمع محلی باللّام ہے جو حقیقتہً مفید استغراق ہے۔ اور تمام اعمال کا صالح ہونا سوائے معصوم کے محال ہے۔ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ میں فعل کی نسبت ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف ہے۔ لہٰذا امام کا منجانب اللہ منصوص بنص شرعی ہونا ضروری ہے ورنہ تکوین عام ہے۔ لہٰذا نص شرعی کی ضرورت ہے۔ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ کی تشبیہ سے خلفاء کے طریقہ تعیین اور تعداد کی وضاحت مطلوب ہے وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمۡ سے خلفاء کے رَاسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ ہم دین کے ماہر اور وارثانِ کتاب اللہ ہوں گے۔ قرآن ان کے ساتھ ہوگا۔

مسائل دِینیہ میں ان کا قول سند ہوگا۔ لَھُمۡ کا لام ان کی تخصیص کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ان کے علاوہ غیر کو یہ منصب حاصل نہیں ہوگا وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ میں خوف اور تقیہ کی زندگیوں کے بعد امن کامل اور ظہورِ امام آخر الزّمان کی پیشگوئی ہے۔

جو لیظھرہ علی الدّین کا وقت ہے یعبدونني میں ان کی عبودیت کی طرف اشارہ ہے جو ولایت کے لئے شرطِ اوّل ہے کما فی منصبِ امامت از اسمٰعیل شہید دہلوی صٓ کہ باوجود صاحبِ کمال ہونے کے ہر وقت عبودیّت کا اظہار کریں گے۔

کَمَا قَالَ اللہُ وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ھَوۡنًا وَّ اِذَا خَاطَبَھُمُ الۡجٰھِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا ۔ وَالَّذِیۡنَ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّھِمۡ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۔ پ۱۹۔ الفرقان۔

رحمٰن کے وہ بندے ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔ اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو سلام کہہ کر گذر جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام میں راتیں گذارتے ہیں۔

وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا ھَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ۔ پ۱۹

اور کہتے ہیں۔ اے رب ہمارے ہم کو اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کو ٹھنڈک بخش اور ہم کو امام المتّقین بنا دے۔

یہ ہے خلفائے برحق اور آئمہ طاہرین کی عبودیت اور یعبدونني کا مطلب لا یشرکون بی شیئًا سے مراد یہ ہے کہ ان میں شرک اخفی من دبیب النمل بھی نہیں ہوگا۔ بالکل ہر قسم کے شرک سے پاک ہوں گے۔ اسی لئے شیئًا کو نکرہ لایا گیا ہے۔

وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ میں ان کے واجب الاطاعت ہونے اور ان کے منکر کے فاسق ہونے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:۔ مَنۡ مَاتَ بِغَیۡرِ اِمَامٍ فَقَدۡ مَاتَ مِیۡتَۃً جَاھِلِیَّۃً (مسند امام احمد۔ جلد چہارم ص۱۶)۔

رسولِ خدا نے فرمایا کہ جو شخص امام کے بغیر مر گیا وہ عہدِ جاہلیّت کی موت مر گیا۔ یہ آیت اور حدیث امامت کے ضروری اصولِ دین ہونے کی دلیل ہے۔

آیۂ استخلاف

اس آیت کے مصداق حسبِ تصریح معصوم آئمہ معصومین علیہم السّلام ہیں۔ (دیکھو اصولِ کافی ص۱۱۵)

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سِنَانٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ قَالَ ھُمُ الْاَئِمَّۃُ ط

عبد اللہ بن سنان نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر الصادق علیہ السّلام سے قولِ باری تعالیٰ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کی نسبت سوال کیا کہ حضور یہ خلفاء کون ہیں۔ فرمایا یہ آئمہ علیہم السّلام ہیں۔ اور اصول کافی ص۱۵۳ کتاب الحجتہ میں وَلَقَدْ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ کِتَابِہٖ لِوُلَاۃِ الْاَمْرِ مِنْ بَعْدِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ خَاصَّۃً وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اِلٰی قَوْلِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ یَقُوْلُ اَسْتَخْلِفُکُمْ لِعِلْمِیْ وَدِیْنِیْ وَعِبَادَتِیْ بَعْدَ نَبِیِّکُمْ کَمَا اسْتَخْلَفَ وُصَاۃَ اٰدَمَ مِنْ بَعْدِہٖ حَتّٰی یَبْعَثَ النَّبِیَّ الَّذِیْ یَلِیْہِ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا یَقُوْلُ یَعْبُدُوْنَنِیْ بِاِیْمَانٍ لَا نَبِیَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ فَمَنْ قَالَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ فَقَدْ مَکَّنَ وُلَاۃَ الْاَمْرِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِالْعِلْمِ وَنَحْنُ ھُمْ فَسْئَلُوْنَا فَاِنْ صَدَّقْنَاکُمْ فَاَقِرُّوْا وَمَا اَنْتُمْ بِفَاعِلِیْنَ اَمَّا عِلْمُنَا فَظَاھِرٌ وَاَمَّا اِبَّانُ اَجَلِنَا الَّذِیْ یَظْھَرُ فِیْہِ الدِّیْنُ مِنَّا حَتّٰی لَا یَکُوْنَ بَیْنَ النَّاسِ اخْتِلَافٌ۔

کہ انبیاء کا سلسلہ تو حضرت آدم علیہ السّلام سے چلا آرہا ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ نے حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد والیانِ امر کی نسبت اس آیۂ استخلاف وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ الخ میں خاص طور پر فرمایا ہے کہ تم کو اپنے علم اور دین اور عبادت کے لئے تمہارے نبیؐ کے بعد خلیفے بناؤں گا جیسا کہ آدم سے لے کر تمہارے نبی تک بناتا آیا ہوں جو یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط کے مطابق یہ ایمان رکھ کر میری عبادت کرتے جائیں گے۔ حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ پس جو شخص اس کے سوا غیر کا قائل ہوگا وہی لوگ فاسق ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے والیانِ امر کے بعد محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے علم سے مضبوط کیا اور وہی والیانِ امر ھم ہیں۔ پس تم ہم سے سوال کر کے اپنی تسلّی کر لو۔ اگر ہم تمہاری تصدیق کریں تو ہماری امامت کا اقرار کرو لیکن تم کرنیوالے نہیں ہو۔ لیکن علم ہمارا پس اب ظاہر ہے۔ لیکن ہماری وہ مدّت جس میں ہمارا دین غالب ہوگا۔ حتّٰی کہ لوگوں کے درمیان بالکل اختلاف نہ رہے گا۔ اس کے لئے ابھی مدّت باقی ہے۔ یہ ہے آیۂ استخلاف کا مطلب اور یہ ہیں اس کے مصداق حسب اصولِ تفسیر بفرمانِ معصومینؑ۔ لیکن جن کو کج بحثی کی عادت ہے وہ کب باز آتے ہیں۔

ضلع سرگودہا کو ایسے بزرگوں کی قیادت کا ہمیشہ سے شرف حاصل رہا ہے۔ مولوی چراغ دین صاحب مرحوم اس ضلع میں کج بحثی کے بادشاہ اور غازی مرد تھے مگر ان کی وفات کے بعد بھی یہ ضلع اس شرف سے محروم نہیں رہا۔ وہ تو صرف کج بحث ہی تھے یہاں کج بحثی کے ساتھ ساتھ دعوئے امامت بھی ہے اجتہاد جدید بھی اور بوجہ جہالت مرکبہ انکار مسلّماتِ خود بھی ہے۔ بوجہ ضعفِ دماغ بہت دور جا نکلتے ہیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس پر سند نہیں پیش کر سکتے۔

بنا بریں ان کے بھائی نہیں مانتے۔ چنانچہ آپ سابقہ پرچہ "صداقت" میں اولی الامر کی تفسیر کے ضمن میں ان کے توہّمات کے نمونے اور ہمارے حل

پڑھ چکے ہیں۔

لیجئے اس پرچہ میں بتفسیر آیتہ استخلاف ان کے توہمات سنیئے لکھتے ہیں :۔

رشحاتِ شبہ اوّل

درتشبیہہ خلافت از امام چوکیرہ

چنانچہ الفاروق ۱۵ ر اکتوبر صـــ۳۶ لغایت صـــ۳۹ کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت استخلاف کے جملہ کما استخلف الّذین من قبلھم میں جو خلافتِ محمدیؐ کو سابقہ خلافتوں سے تشبیہہ دی گئی ہے وہ تشبیہہ صرف ابوبکر اور حضرت یوشع علیہ السّلام کے نسب کی اقرب اور ابعد۔ بس غرض تشبیہہ ختم سمجھ ہے :۔

ع

کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا

چنانچہ ان کے اپنے الفاظ میں سنیئے ، لکھتے ہیں :۔

دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بیٹے موجود تھے جو اقرب تھے اور خلافت حضرت یوشع علیہ السّلام کو ملی ۔ اسی طرح ان حضور علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے بعد اقربین کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر کو خلافت ملی جو کہ ابعد ۔ یعنی دُور کے رشتہ دار تھے ۔ (الفاروق صـــ۳۶)

اسکی دلیل میں لکھتے ہیں

اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ سے مُراد دیگر انبیاء کی بجائے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے خلیفے ہیں ۔ سورۂ مزّمّل میں ہے ۔ انّا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاہ یعنی ہم نے تمہاری طرف الیبا رسُول بھیجا جو تمہارے سامنے توحید کی شہادت دیتا ہے ۔ جیسا کہ ہم نے

فرعون کی طرف ایک رسُول بھیجا ۔ الخ (الفاروق صـــ۳۶)

یہاں امام صاحب نے اپنی امامت کے زور سے شاھداً کا ترجمہ توحید کی شہادت دینے والا کر دیا ہے لیکن سند ندارد ۔ اس کی تحقیق بھی آئندہ آئے گی ۔

دلیل دوم میں لکھتے ہیں

قرآن کے فہم کے واسطے دوسرا نمبر حدیث شریف کا ہے ۔ مسلمانوں میں ایک حدیث زبان زدِ عام ہے جس کو حدیث منزلت کہتے ہیں ۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ۔ یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسیٰ اِلَّا اَنَّہٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ ۔

ترجمہ :۔ اے علی علیہ السّلام تُو اور میں ایسے ہیں جیسا کہ ہارون اور موسیٰ تھے مگر میرے نبی ہو جانے کے بعد اور کوئی نبی نہیں ۔ (الخ الفاروق صـــ۳۷)

مطلب

امام صاحب کی ان دلیلوں کا مقصد تو یہ ہوا کہ چونکہ حضورؐ مثیلِ موسیٰؑ ہیں اور حضرت علیؑ مثیلِ ہارُون لہٰذا حضرت ابوبکر خلیفہ ہوں گے کیونکہ ان کی مشابہت صرف بعد نسب میں حضرت یوشع علیہ السّلام سے ملتی ہے یعنی ان تشبیہات میں صاحبانِ تشبیہہ کا کوئی ذکر نہیں نہ ان کا کوئی امر وجہ شبہ ہے ۔ بلکہ یہ سب ابوبکر کی خلافت کے دلائل ذکر ہو رہے ہیں ۔

قارئین کرام ! ذرا امام صاحب کے دعویٰ اور دلائل میں ربط ملاحظہ فرمائیں ۔ شاید ایسے ہی عقل کے دشمن لوگوں کو حکیم سنائی مرحوم نے منقبت امیر المومنینؑ کے قصیدہ میں فرمایا تھا :۔

زاں از و خصم او فزون تر بود
کہ خرد را امام حیدرؑ بود

کہ آپ کے دشمن اس لئے زیادہ تھے کہ حیدرؑ عقل کے امام تھے۔ اور مشہور ہے کہ اکثر لوگ عقل کے دشمن ہوتے ہیں۔ دیکھو حدائق البلاغتہ ص۲۳ بحث تشبیہہ اور غرض تشبیہہ میں صرف یہ کہہ دیا کہ صرف دو چیزوں کو آپس میں ملا دینا تشبیہہ ہے۔ الفاروق ص۳۶ معلوم ہوتا ہے کہ چوکیروی صاحب کو نہ تشبیہہ کا پتہ ہے نہ تمثیل کا اور نہ غرض تشبیہہ کا۔ اس لئے نہ کَمَا اَرْسَلْنَا کو سمجھ سکے نہ کَمَا اَوْحَیْنَا کو اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ تو بہت تفصیل طلب ہے۔ سچ ہے۔ ؏

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّت اوست

معانی تشبیہہ

تشبیہہ کے معنی لغت میں دلالت ہے اس بات پر کہ ایک شئے دوسری شئے کے ساتھ ایک معنی میں شریک ہو اور اصطلاح میں تشبیہہ دلالت ہے اس بات پر کہ دو چیزیں ایک معنی میں شریک ہوں اور ان دو چیزوں کو مشبّہ اور مشبّہ بہ کہتے ہیں اور اس معنی مشترک کا نام وجہ شبہ ہے۔ مشبّہ اور مشبّہ بہ میں ایک گونہ اشتراک اور گونہ افتراق ضروری ہے۔ مثلاً اگر حقیقت میں مختلف ہوں تو وصف میں اشتراک ضروری ہے یا اس کے برعکس کسی وجہ سے بھی دونوں میں افتراق نہ ہوگا تو تعدّد نہ رہے گا بلکہ وحدت آجائے گی اور تشبیہہ باطل ہو جائے گی اور پھر تشبیہہ کے لئے کسی غرض کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ متکلّم بلا غرض ایک چیز کی دوسری چیز سے تشبیہہ نہیں دیتا۔ لہٰذا تشبیہہ کو سمجھنے کے لئے پانچ چیزوں کا علم ضروری ہے۔

اوّل :۔ مشبّہ اور مشبّہ بہ

دوم :۔ وجہ تشبیہہ

سوم :۔ حروفِ تشبیہہ

چہارم :۔ غرضِ تشبیہہ

پنجم :۔ اقسامِ تشبیہہ

جیسے :۔

شورِ بلبل بھی رکھتا ہے نمک آج کی گل
بن گیا کثرتِ شبنم سے نمکداں کی مثال

یہاں شورِ بلبل کو نمک سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ خیر یہ تشریح تو آسان ہے اور دقتِ نظر کی محتاج نہیں مگر بقول سکاکی اطرافِ تشبیہہ وجہ تشبیہہ، غرضِ تشبیہہ، احوالِ تشبیہہ مثلاً قرب بعد اور اس کے مقبول اور مردود ہونے کی تفصیل بڑی غور و فکر کی محتاج ہے۔ (مفتاح العلوم ص۱۷۸)

اب ہم تفصیل کو چھوڑ کر مقصود سمجھانے کے لئے غرضِ تشبیہہ کی نسبت کچھ عرض کرتے ہیں۔

۱۔ بسا اوقات تشبیہہ چیز کے امکانِ وجود کے بیان کی خاطر ہوتی ہے تاکہ اس کے امتناعِ وجود کا دعویٰ باطل ہو جائے جیسا کہ ایک شاعر اپنے ممدوح کی فوقیت بر نوعِ انسانی میں کہتا ہے

اِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَ اَنْتَ مِنْھُمْ
فَاِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ

ترجمہ :۔ اگر تو لوگوں پر ان میں سے ہونے کے باوجود فوقیت لے گیا تو کوئی حرج نہیں۔ کستوری بھی تو ہرن کے خون کا بعض حصہ ہوتی ہے۔

اور خاقانی مرحوم کا یہ شعر :۔

ھُوَ رُوْحُ الْوَرٰی وَلَا تَعْجَبُ
فَاِنَّ لِیَوَاقِیْتُ مھجۃِ الْاَحْجَار

ترجمہ :- وہ رُوحِ عالم ہے تعجب نہ کر۔ کیونکہ یاقوت بھی تو پتھروں کی جان ہوتے ہیں۔

دوم :- غرضِ تشبیہ حال مشبّہ کا بیان ہوتا ہے۔ مگر اس میں شرط ہے کہ مشبّہ کا وہ حال جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے حالِ مشبّہ سے ظاہر اور اظہر ہو۔ ورنہ تشبیہ برائے بیان حال نہ ہو گی۔ دیکھو حدائق البلاغت صـ۱۷، مفتاح العلوم مطبوعہ مصر صـ۱۸۴، مختصر المعانی صـ۲۳۲، مطول صـ۵۵۶ مطبوعہ نولکشور۔ تذکرۃ البلاغت صـ۹۹ میں ہے :-

کہ جب ہوتا ہے کہ سامع مشبّہ بہ کے رنگ سے واقف نہ ہو اور مشبّہ رنگ نہ جانتا ہو۔ اور مفتاح العلوم

واما کون التشبیہ مقبولاً فالاصل فیہ ان یکون الشبہ صحیحًا وان یکون کاملاً فی تحصیل ما علق بہ من الغرض ان یکون سلیمًا عن الابتذال مثل ان یکون المشبّہ بہ محسوسًا اعرف شیٔ بامویون مخصوص اوشکل او مقدارٍ اوغیر ذالک اذا کان الغرض من التشبیہ بیان حال المشبّہ من جھۃ ذالک الامر۔

ترجمہ :- کہ تشبیہ کے مقبول ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وجہ شبہ صحیح اور کامل ہو۔ یعنی مشبّہ محسوس اور معروف تر ہو۔ رنگ مخصوص، شکل مخصوص یا مقدار مخصوص ہیں اور اس کی دلیل میں سکاکی نے چند اُمور ذکر کئے ہیں :-

اوّل :- مثلاً شئے مذکور جو بار بار سامنے آتی رہے اس کا حاضر فی الذہن ہو جانا اقرب ہے اس سے جو کاہے آتی

دوم :- کسی چیز کا اپنے مناسبات سے حاضر فی الذّھن ہونا اقرب ہے تو غیر مناسب کی بجائے۔

سوم :- نفس عقلیات کی بجائے حسّیات کی طرف زیادہ مائل ہے۔

چہارم :- نفس معروف چیز کو غیر معروف کی نسبت زیادہ قبول کرتا ہے۔ کیونکہ علم طبعًا محبوب ہے اور تذکرۃ البلاغت صـ۹ میں ہے کہ وجہ شبہ وہ معنی ہیں جن میں مشبّہ اور مشبّہ بہ کے اشتراک کا قصد کیا جائے اور وجہ شبہ کی یہ تعریف درست ہے کہ جس میں شبہ اور مشبہ بہ شریک ہوں کیونکہ زید اور شیر بہت سے امور ذاتیہ میں شریک ہیں مثلاً حیوانیت و جسمیت اور وجود وغیرہ کے اندر باوجودیکہ ان میں سے کوئی وجہ شبہ نہیں ہے پس تعریف میں قصدِ اشتراک کی قید ضروری ہے۔

اَلرُّجُوْعُ اِلَی الْمَقْصُوْدِ

ان اصولوں کی روشنی میں ہم چکیروی صاحب سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ خلافت موسوی کو مشبہ بہ تسلیم کر لینے کے بعد وجہ شبہ میں جو بحث باقی ہے اس کا حل کیا ہو۔ کہ وجہ شبہ صرف قرب و بعدِ نسب ہے کیونکہ وجہ شبہ و مشبہ بہ میں قبل تشبیہ معروف بمنزلہ محسوس ہونا ضروری ہے ورنہ غرض تشبیہ فوت ہو جائیگی اور حضرت یوشع علیہ السّلام کا نسب تو آپ کو بھی بصد مشکل ناسخ تواریخ سے حاصل ہوا اور موسیٰؑ کا نسب ابھی آپکو بھی پورا معلوم نہیں ہُوا۔ (دیکھو الفاروق صـ۳۹)

عوام کے نزدیک کیا مشہور و معروف ہو گا جس پر تشبیہ کا دار و مدار ٹھہرایا جائے گا۔ کیا جب کسی نے اس تشبیہ سے خلافتِ محمدیؐ کی وضاحت معلوم کرنی ہو نسب کی ظنّی کتابیں تلاش کرتا پھرے : دوسرا وجہ شبہ کے صحیح ہونے میں متکلّم کے قصد کا معلوم کرنا ضروری ہے۔ اور کلام الٰہی کا متکلّم تو خدا ہے جس نے ساری کتاب میں حضرت ابو بکر اور حضرت یوشع علیہ السّلام کے نام ہی نہیں لئے چہ جائیکہ ان کے انساب کا بیان ہو۔ اور حضور رسالتمآبؐ نے اپنی کسی حدیث میں ان بزرگوں کے نسب نامہ کا کہیں ذکر نہیں فرمایا۔ اب فرمائیے ایسی ظنّی اور غیر معروف چیز کو ذرا

علم بیان کی روشنی میں وجہ تشبیہہ حسبِ اصول بنا کر دکھلایئے اور دوسرا یہ بھی فرمایئے اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ہ کی تشبیہہ میں حضورؐ کے نسب کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے تشبیہہ مقصود ہے یا کوئی دیگر امور وجہ تشبیہہ ہیں اور آپ نے جو حدیث منزلت نقل فرمائی ہے اس میں بھی حضرت علی علیہ السّلام کی ہارونؑ سے نسب کے قرب و بعد میں تشبیہ ہے یا کوئی دیگر اگر مقصود بھی تشبیہات ہیں۔ تو قرآن سے ثابت کیجئے۔ اگر نہیں ہے تو آپ کے اس وہم کی کیا حقیقت ہے کیا جس خدا نے خلافتِ محمدیؐ کو خلافتِ موسویؑ سے تشبیہہ دی ہے اس نے اس کی وجہ شبہ کو مشہور و معروف کرنے کے لئے اپنی کتاب میں کہیں ذکر ہی نہیں فرمایا۔

لیجئے! خلافتِ محمدیؐ اور خلافتِ موسویؑ کی تشبیہات کتابِ الٰہی اور حدیث نبویؐ سے ہم پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کے وہم کی قلعی کھل جائے۔

بارہ ۱۲ خلفاءِ محمدیؐ کی تشبیہہ موسیٰؑ کے بارہ ۱۲ نقیبوں سے

سورۂ مائدہ پڑھیئے جو حضورؐ کی آخری زندگی میں نازل ہوئی اور جس میں حضرت موسیٰؑ کے حالات بھی مذکور ہیں اور ارضِ مقدّس کی جنگ سے اصحاب موسیٰ علیہ السّلام کا فرار اور انکار بھی موجود ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ پ۶ س مائدہ

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور اُٹھائے ہم نے ان میں سے بارہ نقیب (سردار) اور کہا اللہ تعالیٰ نے تحقیق میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کی امداد کی اور اللہ کو قرضہ حسنہ دیا تو میں تم سے تمہاری بُرائیاں دور کروں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ پس جو شخص تم میں سے اس کے بعد انکار کریگا وہ راہِ راست سے گمراہ ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں ذرا شاہ عبدالقادر محدّث دہلویؒ کی تفسیر موضح القرآن ص ۱۱ کا یہ نوٹ بھی ملاحظہ فرمایئے:۔

کہ یہ بیان فرمایا بنی اسرائیل سے عہد لینے کا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے آخر عمر میں یہ اقرار لئے ہیں۔ یہ سورۂ مائدہ حضرت رسالتمآبؐ کی آخر عمر میں نازل

ہوئی۔ شاید ہم کو سنایا اس واسطے ہم کو بھی تقیید ہے ایک عہد اس اُمّت سے تھا۔ کہ جو رسول پیدا ہوں ان کی مدد کرو۔ اس کے بدل ہم سے یہ ہے کہ خلفاء کی اطاعت کرو۔ یہ مذکورہ بارہ ۱۲ سرداروں کا بیان فرمایا۔ اسی اشارہ کو حضرت نے بتایا ہے کہ میری اُمّت میں بارہ ۱۲ خلیفے ہوں گے قوم قریش سے اور فرمایا جو خرابی ہوئی پہلے اُمّت میں سو ہوگی تم میں وہ خراب ہوئے پیغمبروں کی مخالفت سے یہ اُمّت خراب ہوگی خلیفہ پہ خروج کرکے۔

تشبیہ خلافتِ موسوی و خلافتِ محمدی علیہم السلام

بعض مدعیانِ بے تحقیق کا یہ کہنا کہ آیۂ استخلاف کے جملہ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ میں وجہ تشبیہ صرف اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد کو خلیفہ بنانا ہے خلافِ معقول اور منقول ہے۔ کیونکہ اوّلاً تو یہاں فعل کی فعل سے تشبیہ ہے یعنی لیستخلفنّھم کی استخلف الّذین سے تشبیہ ہے لہٰذا دوسرے فعلِ خداوندی کو پہلے فعل سے مشابہ ہونا ضروری ہے مفعول کے مناسبات بعد میں دیکھے جائیں گے اور فعل سے مراد بھی یہاں فعلِ تشریعی ہے کیونکہ تکوین کا دائرہ تو کفّار تک وسیع ہے اور فعلِ تشریعی کے لئے نصّ ضروری ہے ورنہ تشریع نہ ہوگی۔ لہٰذا ہر دو جگہ پر خلفاء کا تقرّر بالنّص ماننا پڑے گا۔

دوم:۔ اگر وجہ تشبیہ مفعول کا کوئی حال یا وصف ہو تو اس کا کُتبِ الٰہیہ میں مذکور اور مشہور رہنا ضروری ہے ورنہ امر مخفی اور مبہم سے تشبیہ عبث ہوگی کیونکہ فائدہ تشبیہ معقول کی محسوس سے یا غیر مذکور کی مذکور سے تفہیم مقصود ہوتی ہے کَمَا مَرّ نسب کا ظنی ہونا مشہور ہے۔ لہٰذا فائدہ تشبیہ مفقود ہو جائیگا۔

سوئم:۔ کتابِ الٰہی میں جہاں جہاں تشبیہ ارسالِ رُسُل یا استخلافِ خلفاء

نسب کا قرب و بعد کہیں بھی مقصود نہیں۔

تشبیہ وحیٔ محمدی با انبیاءِ سابقین

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (پ۶ النساء)

تحقیق ہم نے آپ کی طرف وحی ایسے ہی کی جیسے نوحؑ اور اس کے بعد نبیوں کی طرف کی۔ اور وحی کی ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد اور عیسیٰؑ ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف اور حضرت داؤدؑ کو ہم نے زبور دی۔ دیکھو یہاں وحی محمدیؐ کی سابقہ انبیاء کی وحی سے تشبیہ ہے نہ ان کے قرب اور بعد میں۔

سلسلہ محمدیؐ اور سلسلہ موسویؑ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۚ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ پ۲۵ الجاثیہ

اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور ان کو پاکیزہ رزق دیا اور اس زمانے کے لوگوں پر ان کو فضیلت دی اور ان کو امر سے معجزات دیئے اور اُنہوں نے علم آجانے کے بعد ہی اختلاف کیا تھا۔ وجہ اختلاف ان کی اندرونی بغاوت تھی۔ تحقیق تیرا رب ان کے اختلافات کا روزِ قیامت ہی فیصلہ کریگا۔ پھر ہم نے تجھ کو اپنے امر سے شریعت دی۔ پس تُو اس کی تابعداری کر اور نہ تابعداری کر ان لوگوں کی خواہشات کی جو نہیں جانتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو دور تھے اوّل سلسلہ بنی اسرائیل جس کا اختتام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہ ہوا۔ دوم سلسلہ بنی اسمٰعیل جس کا دور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شروع ہو کر مہدیٔ ہادی پر ختم ہوگا۔ علیہم السلام

مماثلت سرکارِ دوعالم با موسیٰ علیہم السلام

اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاہِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؕ پ ۲۹ مزمّل

ہم نے جس طرح فرعون کی طرف ایک رسُول بھیجا تھا اسی طرح تمہاری طرف بھی ایک رسُول بھیجا جو تم پر گواہ ہے۔

دیکھئے یہاں بھی حضورؐ کے حالات کی موسیٰؑ کے حالات سے مماثلت ہے نہ کہ نسب کے قرب و بعد میں۔ چنانچہ ہمارے برادران کے مستند عالم سیّد سلیمان ندوی سیرۃ النبیؐ جلد سوم ص ۴۲۹ پر فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات زندگی میں متعدد حیثیتوں سے مماثلت ہے۔ اسی سبب سے قرآن پاک میں بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو دہرایا گیا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کے اندر زندگی بسر کی یہی حال آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے فرعون اور اس کے اہلِ دربار کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ ایمان نہ لائے اور بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے ہجرت کرنی پڑی۔ اسی طرح صنادیدِ قریش بھی آپ پر ایمان نہ لائے اور بالآخر آنحضرتؐ نے صحابہ کرام کو لے کر مکہ سے ہجرت فرمائی۔ جس طرح ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر خدا کی ہم کلامی نصیب ہوئی اور احکام دوازدہ گانہ عطا ہوئے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کے بعد فرعونیوں پہ بحرِ احمر کی سطح پہ عذاب نازل ہوا اسی طرح آنحضرتؐ کی ہجرت کے بعد صنادیدِ قریش پہ بدر کے میدان میں عذاب آیا۔ اور جس طرح اس کے بعد فرعون کی شاہی مملکت پر بنی اسرائیل قابض ہوگئے اسی طرح مکہ معظمہ کی حکومت ہجرت کے بعد آپ کو عطا ہوگئی۔

دیگر مماثلات

یہاں پر سیّد سلیمان ندوی نے بطورِ نمونہ صرف چند مماثلات پر کفایت فرمائی ہے۔ ورنہ کتاب و سنّت کے مطالعہ سے اور بھی مل سکتی ہیں۔ آپ نے ہجرتِ موسیٰؑ اور ہجرتِ آنحضرت صلعم کا تقابل تو کیا ہے مگر دونوں کے صحابہ کی اثناء ہجرت میں اضطرابی کیفیت کا بیان چھوڑ گئے۔ مثلاً

فلمّا تراء الجمعٰن قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون ہ پ ۱۹۔ الشعراء

پس جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو اصحابِ موسیٰؑ نے کہا تحقیق ہم پکڑے گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا قال انّ معی ربّی سیھدین۔

کہ تحقیق میرے ساتھ میرا رب ہے وہ عنقریب مجھے راہ دکھلائے گا۔

ایسا ہی آنحضرت صلعم نے اپنے صحابی کو راہِ ہجرت میں جواب دیا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ پ ۱۰ التوبہ

کہ جب آنحضرتؐ اپنے صحابی سے فرما رہے تھے۔ غم نہ کر اللہ بے شک ہمارے ساتھ ہے۔

انشراح صدر کی مماثلت

جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انشراح صدر کی دُعا کی :۔

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ۔ پ۱۶۔ طٰہٰ۔

اے رب میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لئے آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھیں۔ ایسے ہی حضورؐ کو انشراح صدر عطا ہوئی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ پ۳۰۔ کیا ہم نے تیرے واسطے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔

مماثلت وزارتِ موسیٰؑ با وزارتِ محمدیؐ

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی :۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ أَهْلِيْ هَارُوْنَ أَخِيْ اشْدُدْ بِهٖ أَزْرِيْ وَأَشْرِكْهُ فِيْ أَمْرِيْ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا۔ قَالَ قَدْ أُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يَا مُوْسٰى وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرٰى۔ پ۱۶ سورہ طٰہٰ

اور مقرر کر واسطے میرے ایک وزیر میرے کنبہ سے ہارونؑ میرے

بھائی کو مضبوط کر ساتھ اس کے میری قوّت کو اور اس کو میرے کام میں شریک کر دیجئے۔ تاکہ ہم دونوں تیری بہت ہی تسبیح بیان کریں اور تیرا کثرت سے ذکر کریں۔ بیشک تُو ہم کو دیکھنے والا ہے۔ آواز آئی اے موسیٰ تیرا سوال پورا کر دیا گیا اور ہم اس سے قبل بھی تجھ پر احسان کر چکے ہیں۔ اس دُعا کی بنا پر خداوند تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت ہارون علیہ السلام جیسا وزیر عطا فرمایا جو بھائی اور اہلبیت تھا، شریکِ امر اور مددگار تھا۔ بنابریں حضورؐ کیلئے بھی ایسا وزیر ہونا چاہیئے تھا۔ تاکہ یہ مماثلت بھی صحیح ہو جائے۔

چنانچہ ارشادِ باری ہے :۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْ أَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ پ۳۰

اور ہم نے اُتار دیا تجھ سے تیرا بوجھ جس نے تیری کمر توڑ رکھی تھی۔ یعنی ایسا وزیر عطا کیا جس نے تیرے تمام بوجھ بدر و اُحد کے علاوہ فتح خیبر اور فتح مکّہ تک کے اُٹھا لئے اور تمام علوم سینہ میں محفوظ کر لئے۔ لِسَانَ صِدْقٍ ط اور بابِ مدینۃ العلم ہو کر کارِ تبلیغ میں شریک ہُوا۔ چنانچہ حضورؐ کی دُعائیں پوری ہوئی۔

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ اَللّٰهُمَّ إِنَّ أَخِيْ مُوْسٰى سَأَلَكَ فَقَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ إِلٰى قَوْلِهٖ وَأَشْرِكْهُ فِيْ أَمْرِيْ فانزلت قرانًا ناطقًا سنشدّ عضدك باخيك ونجعل لكما سلطانًا اللّٰهمّ وانا محمّد نبيّك وصفيك فاشرح لی صدری ويسّر لی امری واجعل لی وزيرًا من اهلی عليًا واشدد به ظهری قال ابوذر فوالله ما اتمّ رسول الله هذه الكلمة حتّٰى نزل جبرائيل فقال يا محمّد اقراء انّما وليّكم الله ورسوله الٰى آخره (تفسیر کبیر ج۳ ص۴۱۹ مطبوعہ مصر)

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ حضورِ سرورِ کائنات نے دُعا مانگی اَے میرے اللہ تحقیق میرے بھائی موسیٰؑ نے تیرے حضور میں سوال کیا تھا کہ میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے بھائی ہارون علیہ السّلام کو میرا وزیر بنا کر میرے کام میں شریک کر دے۔ پس تُو نے قرآن ناطق میں نازل کیا کہ میں تیرے بھائی سے تیرا بازُو مضبُوط کروں گا اور تم دونوں کو غلبہ دُوں گا۔ اور میں محمدؐ تیرا نبی اور برگزیدہ ہُوں پس میرا بھی سینہ کھول دے اور میرے کام آسان کر دے اور میرے کُنبے سے علیؑ کو میرا وزیر بنا دے۔ اس کے ذریعے میری پشت مضبُوط کر دے۔

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ ابھی حضرت کے کلمات ختم نہ ہوئے تھے کہ جبرائیل امین نازل ہوئے اور کہا کہ محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم انّما ولیّکم اللّٰہ کی آیت پڑھ۔ رکوُع میں زکوٰۃ دینے والا تیرا بھائی علی ابن ابی طالب مومنوں کا ولی اور تیرا وزیر اور مددگار ہے۔

لیجئے حضرات! یہ ہے وزارتِ محمدیؐ کی وزارتِ موسویؑ سے تشبیہ۔ دونوں کے حالات میں نگاہ فرمائیے مماثلت صاف نظر آجائے گی۔ اس لئے حضور پُر نور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔

شرح حدیث منزلت

عن سعد ابن ابی وقاص قال قال رسول اللّٰہ صلعم لعلی رضی اللّٰہ عنہ انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الّا انّہ لا نبیّ بعدی متفق علیہ۔ (مشکواۃ شریف ص۵۶۳ صحیح بخاری ص۱۰۱ ج ۴۔ مطبوعہ بمبئی)

سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسُولِ خدا نے حضرت علی علیہ السّلام سے فرمایا کہ تُو مجھ سے مقامِ ہارُون علیہ السّلام پر ہے۔ موسیٰ علیہ السّلام سے فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ورنہ تُو بھی نبی ہوتا۔

وجہِ استدلال

اس حدیث سے جناب امیر علیہ السلام کے لئے نبوّت کے سوا تمام منازل ہارُونی ثابت ہوئے۔ کیونکہ منزلت اِسم جنس مضاف ہے جو متقاضیٔ عموم ہے۔ اور الّا انّہ لا نبیّ بعدی کا استثنا بھی عموم کی دلیل ہے۔ لہٰذا جمیع منازل ہارُونی جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوں گے سوائے نبوّت کے جناب امیر علیہ السلام کے لئے ماننے پڑیں گے۔ کیونکہ استثنا صرف مرتبہ نبوّت کا ہوا ہے۔ باقی منازل میں عموم بحال رہے گا اور منجملہ مراتب ہارونی کے خلافت، امامت، وزارت اور متولّی تدبیر امور اور رئیس مفترض الطاعتہ ہونا بھی ہے۔ پس یہ مراتب امیر المومنینؑ کے لئے ثابت رہیں گے۔

چونکہ ہارون علیہ السلام میں دو چیزیں تھیں نبوّت اور امامت اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے حضورؐ نے نبوّت کی نفی کر دی اور امامت و خلافت باقی رہے گی اور بعض مدعیانِ بے تحقیق کا یہ کہنا کہ خلافت بلافصل کا اس حدیث کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تعصّب اور جہالت پر مبنی ہے۔ ورنہ اس تعلق کو تو سوادِ اعظم نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ (دیکھو عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص۶۱۳ ج ۷)

وفی حدیث اخر انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ وفیہ تشبیہ و وجہ التّشبیہ بھم وبنیہ بقولہ الّا انّہ لا نبیّ بعدی یعنی ان اتصالہ لیس من جھۃ النّبوّۃ فبقی الاتصال من جھۃ الخلافۃ لانّھا تلی النّبوّۃ فی المرتبۃ

کہ انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ میں تشبیہ دی گئی ہے

حضرت علی علیہ السلام کو حضرت ہارون علیہ السلام سے چونکہ وجہ تشبیہہ بھی لہٰذا حضورؐ نے اس کو الا انّہٗ لا نبی بعدی سے بیان فرما دیا۔ یعنی علی علیہ السلام کا اتصال مجھ سے نبوّت کے ساتھ نہیں۔ پس خلافت کی جہت سے اتصال باقی رہ گیا کیونکہ نبوّت کے بعد بلافصل صرف مرتبہ خلافت ہے۔ لہٰذا انت منّی کے معنی انت متّصل بھی ہوئے یعنی تیری خلافت میری نبوّت سے متّصل ہے اور یہی معنی بلافصل کے ہیں۔ سچ ہے :۔

این مدعیان درطلبش بے خبر آنند
آں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد

عذر مشہور کا جواب

علماء سوادِ اعظم کا یہ عذر کہ حدیثِ منزلت کی تشبیہہ ہارونی سے خلافتِ علیؑ ثابت نہیں ہوسکتی۔ عذر لنگ ہے۔ کیونکہ خلافت ہارونی میں موت حائل ہوئی ورنہ حضرت ہارونؑ یقیناً خلیفہ ہوتے۔ لیکن یہاں تو موت حائل نہیں ہوئی علیؑ تو زندہ تھے۔ اب مثیلِ ہارون کو چھوڑ کر غیر کو خلیفہ کرنا چہ معنی دارد۔ یا تو جناب امیر علیہ السلام کے مثیلِ ہارون ہونے سے انکار کریں یا خلیفہ بلافصل تسلیم کریں دیگر راہ نیست۔ دوسرا حضورؐ نے لا نبیّ بعدی میں علی علیہ السلام کی نبوّت کی نفی کر کے خلافت کا اثبات کر دیا۔ اور لفظ بعدی موجود ہے جو بعدیّت حقیقی کی صورت میں خلافت بلافصل پر دال ہے۔

عذر دوم کا جواب

رہا یہ عذر کہ حدیث منزلت کی مماثلت غزوہ تبوک میں مدینہ کی خلافت

تک محدود ہے۔ کیونکہ یہ حدیث حضورؐ نے صرف غزوہ تبوک میں فرمائی تھی۔ یہ بھی عذر ناتمام ہے۔

اوّلاً تو مورد خاص سے حکم کا خاص ہونا لازم نہیں آتا بلکہ حکم عام رہے گا خواہ مورد خاص ہو۔ کما فی علم الاصول۔

دوم :۔ حدیث منزلت کا صدور از حضور پُر نور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم صرف غزوہ تبوک سے خاص نہیں بلکہ دیگر کئی مقامات پر حضورؐ نے جناب امیر علیہ السلام کے اس شرف کا اظہار فرمایا ہے۔ منجملہ ان کے یہ مقامات ہیں۔

عن امّ سلیم انّ النّبی قال لھا یا امّ سلیم انّ علیًا لحمہٗ من لحمی و دمہٗ من دمی وھو منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ (کنز العمال ص۱۶۷ جلد ۹)۔

امّ سلیم سے روایت ہے کہ تحقیق رسولِ خداؐ نے اس سے فرمایا اے امّ سلیم تحقیق علیؑ کا گوشت میرے گوشت سے ہے اور اس کا خون میرے خون سے اور وہ مجھ سے مقام ہارون پر ہے موسیٰ علیہ السلام سے۔ علیہما السّلام

مقام سوم

عن ابن عباس ان عمر قال کفوا عن ذکر علی فانّی سمعت رسول اللہ یقول فی علی ثلاث خصالٍ لان یکون لی واحدۃ منھنّ احبّ الی ممّا طلعت الشّمس قال کنت انا و ابو بکر و ابو عبیدہ و نفر من اصحاب رسول اللہ والنبی متکئ علیٰ علی حتّیٰ ضرب علی منکبہٖ ثمّ قال انت یا علیؑ اوّل المؤمنین ایمانًا واوّلھم اسلامًا ثمّ قال انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ وکذب من زعم انّہٗ

یحبنی و یبغضك - (کنز العمال ص۳۹۵)

ترجمہ :- ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ علی علیہ السّلام کی بُرائی سے بند رہو۔ تحقیق میں نے رسُول اللہؐ سے خود سُنا ہے کہ علیؑ میں تین ایسی خصلتیں ہیں ۔ حضرت عمر فرماتے ہیں مجھے اگر ان میں سے ایک بھی حاصل ہو جاتی تو میرے لئے ساری دُنیا سے بہتر ہے ۔ اس کے بعد عمرؓ نے فرمایا کہ میں اور ابو بکر اور ابو عبیدہ اور چند ایک اور اصحابِ رسُول بیٹھے تھے اور خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم علیؑ پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے ۔ یہاں تک کہ حضورؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اے علی علیہ السلام تُو ایمان اور اسلام میں اوّل المومنین اور اوّل المسلمین ہے ۔ پھر فرمایا تُو میرے نزدیک بمنزلہ ہارون ہے موسیٰ علیہ السّلام سے وہ کاذب ہے جو تجھ سے بُغض رکھ کر میری محبّت کا دعویٰ کرتا ہے ۔ صدق اللہ ورسولہ ۔

مقامِ چہارم

عن زید بن ابی اوفی انّ النّبی قالَ وَالّذی بعثنی بالحقّ ما اخرتكَ الا لنفسی وانت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ غیر انّہ لا نبیّ بعدی (کنز العمال ج۴ ص۳۹)

ترجمہ :- زید بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ تحقیق رسالتمآبؐ نے مواخات کے وقت حضرت علی علیہ السّلام سے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے مبعوث بحق کیا۔ میں نے تجھ کو صرف اپنی ذات کیلئے مؤخر کیا تھا اور تُو مجھ سے مقامِ ہارونؑ پر ہے ۔ موسیٰؑ سے فرق یہ ہے کہ میرے بعد نبی نہیں ورنہ تُو نبی بھی ہو جاتا ۔

مقامِ پنجم

عن اسماء بنت عمیس انّ رسول اللہ قال لعلی انت منّی بمنزلۃ ھارون

من موسیٰ الاّ انّہ لا نبیّ بعدی ۔ (خصائص نسائی ص۴۲ مطبوعہ لاہور)

اسماء بنت عمیس سے روایت ہے کہ حضورؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تُو میرے نزدیک ایسا ہے جیسے ہارون کا رُتبہ موسیٰ کے نزدیک مگر اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔

مماثلتِ علی بہارون علیہما السّلام

باسماءِ فرزندانِ خود

عن علی رضی اللہ عنہ قال لمّا ولد الحسن جاء رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت سمیت حربا قال بل ھو حسن فلمّا ولد الحسین قال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت سمیت حربا قال بل ھو حسین فلمّا ولدت الثالث جاء النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت سمیت حربا قال بل ھو محسن ثم قال سمیتھم باسماء ولد ھارون شبّر و شبیر و مشبر ۔ (مسند احمد بن حنبل ص۱۱۸ جلد اوّل)

حضرت علی علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جب حسنؑ پیدا ہوئے تو حضورؐ تشریف لائے ۔ فرمایا میرا بیٹا مجھے دکھلاؤ اور بتلاؤ اس کا کیا نام رکھا ہے ۔ میں نے عرض کیا حضورؐ میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے ۔ فرمایا بلکہ اس کا نام حسنؑ ہے اور جب حسینؑ پیدا ہوئے تو حضورؐ تشریف لائے فرمایا میرا بیٹا مجھے دکھاؤ اور بتاؤ اس کا نام کیا رکھا ہے ۔ میں نے عرض کی حضورؐ میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے فرمایا نہیں بلکہ اس کا نام حسینؑ ہے ۔ اور جب محسن پیدا ہوئے تو حضورؐ پھر تشریف لائے ۔ فرمایا میرا بیٹا دکھلاؤ اور بتلاؤ اس کا کیا نام رکھا ہے ۔ میں نے عرض کی حضورؐ

حرب ، فرمایا نہیں بلکہ اس کا نام محسن ہے ۔ پھر فرمایا میں نے ان کے نام فرزندانِ ہارونؑ کے نام پر رکھے ہیں ۔ فرزندانِ ہارونؑ کے نام شبر ، شبیر ، مشبر تھے ، جن کا ترجمہ عربی حسنؑ حسینؑ اور محسن بنتا ہے ۔

مماثلتِ علیؑ بہارونؑ تولیت مسجد طاہرہ مدینہ

آنحضرتؐ در غضب شد و بمنبر رفت و حمد و ثنائے مولا گفت و گفت حق سبحانہ تعالیٰ وحی فرستادہ بر موسیٰ علیہ السلام کہ مسجد بنا کن موصوف بصفت طہارت و ساکن نشود در وے جز تو و ہارونؑ شبر و شبیر و ہمچنین وحی کرد برمن کہ مسجد سازم طاہر کہ ساکن نشود در وے جز من و علیؑ و پسران او حسنؑ و حسینؑ پس من بمدینہ آمدم و مسجد گرفتم ۔ الخ (جذب القلوب شیخ عبدالحق مطبوعہ بمبئی ص۱۶۴)

کہ جب صحابہ نے مسجد نبوی سے اپنے دروازے بند کرنے کا حکم سُن کر شاق محسوس کیا تو حضورؐ بحالتِ غضب منبر پر گئے بعد حمد و ثنا فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی بھیجی کہ ایک مسجد بنا جو صفت طہارت سے موصوف ہو ۔ اور اس میں سوائے تیرے اور ہارونؑ کے اور فرزندانِ ہارون شبر شبیر کے سوا کوئی ساکن نہ ہو ۔ ایسے ہی مجھے وحی کی کہ میں ایک مسجد بناؤں پاک جس کے اندر ہر حالت میں سوائے میرے اور علیؑ کے اور اس کے فرزندانِ حسنؑ اور حسینؑ کے کوئی ساکن نہ ہو ۔

حضرات ! یہ مماثلتِ محمدیؐ اور موسویؑ کا مختصر بیان اور حدیث تشبیہہ علیؑ بہارونؑ کی مختصر سی شرح ہے ۔ اس سے آپ کو نظر آ گیا ہو گا کہ حالات سے نص کے بعد تطابق ہے نسب کا قرب اور بعد مراد نہیں ۔ اب خلافت یوشع اور علی علیہ السلام پر بھی نظر فرما لیجئے ۔

خلاصۂ کلام

بقول بعض مدعیان بے تحقیق مذکورہ بالا تمام سردردی کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن حکیم اور حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور محققین مفسرین اس بات پر گواہ ہیں کہ آیت استخلاف میں خلافتِ محمدیؐ مشبہ اور خلافتِ موسویؑ مشبہ بہ ہے تسلیم مگر وجہ مشبہ نسب کا قرب و بعد نہیں بلکہ نص اور خلفاء کے حالات کا انطباق اور تماثل ہے ۔

اوّلاً آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات اور احادیث کو سامنے رکھیئے :-

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَىْ عَشَرَ نَقِيْبًا وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِىْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۔ (پ۶ المائدہ)

اور البتہ خداوند تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان میں سے ہم نے بارہ سردار مبعوث کئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کی تم نے امداد کی اور اللہ کو قرض حسنہ دیا تو میں تمہارے گناہ تم سے دور کر کے تم کو بہشت میں داخل کروں گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں ۔ پس جو شخص تم میں سے اس کے بعد انکار کریگا وہ راہ راست سے بھول جائیگا ۔ الخ

ذرا قرآن مجید بدو ترجمہ فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ و ترجمہ شیخ الہند مطبوعہ کراچی۔ اس آیت پر مولوی شبیر احمد عثمانی کی زبانی تفسیر عثمانی کا نوٹ بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

"در حدیث جابر بن سمرہ کہ حضرت پیغمبر خلفائے امت مرحومہ را دوازدہ تن پیشین گوئی کردہ عدد آنہا۔ نیز موافق عدد نقبائے بنی اسرائیل است ۔ مفسرین از توریت نقل کردہ اند کہ خدا تعالیٰ بہ اسمٰعیل علیہ السلام فرمود من از ذریت تو دوازدہ سردار پدید آورم غالباً این دوازدہ است کہ در حدیث جابر بن سمرہ ذکر شدہ"

کہ جابر والی حدیث میں ہے کہ حضرت پیغمبر خدا نے امت مرحومہ کے بن بارہ [۱۲] خلفاء کی پیشین گوئی فرمائی ہے ان کی تعداد بھی نقبائے بنی اسرائیل [۱۲] کے موافق ہے اور مفسرین نے توریت سے نقل کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل کو فرمایا کہ میں تیری اولاد سے بارہ [۱۲] سردار ظاہر کروں گا۔ غالباً یہ بارہ سردار یہی ہیں جن کی پیشین گوئی حضور نے حدیث جابر میں فرمائی ہے۔

اور سنئے:۔ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰىٓ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا۔ الاعراف پ۹

اور قوم موسیٰ علیہ السلام سے ایک امت ہے جو ہدایت کرتے ہیں ساتھ حق کے اور اس کے ساتھ ہی عدل کرتے ہیں اور ہم نے ان کو بارہ [۱۲] خاندانوں میں تقسیم کر کے الگ الگ امتیں مقرر کر دی ہیں۔

اس آیت پہ مولوی اشرف علی تھانوی کا نوٹ بھی عکسی قرآن مجید مع ترجمہ شاہ رفیع الدین اور مولانا اشرف علی تھانوی مطبوعہ تاج کمپنی ص۱۹۱ ملاحظہ فرما لیجئے۔ لکھتے ہیں:۔

اور ہر ایک سبط پہ ایک سردار نگرانی کے لئے مقرر کر دیا جن کا ذکر مائدہ کے رکوع سوم میں ہے ا۔ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا لیجئے اس

آیت اور نوٹ سے معلوم ہوا کہ وہ بارہ سردار ہادی بالحق اور عادل بالحق تھے۔ یہ امت موسیٰ علیہ السلام کے سردار تھے۔ اس کے ذرا آگے اس سورۂ اعراف میں یہ آیت بھی پڑھ لیجئے۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ۝ اعراف پ۹

اور ہماری مخلوق میں ایک امت ہمیشہ حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ عدل کرتے ہیں اور اس پہ جلالین ص۱۴۵ مطبوعہ کراچی۔

هم امة محمد کما فی الحدیث کہ وہ امتِ محمدیہ ہے۔

جیساکہ حدیث میں ہے۔ اس کے حاشیہ ۱۹ پر ہے کہ قال قتادہ بلغنا ان النبی کان اذا اقرء هذه الایت قال هذه لکم وقد اعطاها اقوم بین ایدیکم مثلها ومن قوم موسیٰ امة یهدون بالحق وبه یعدلون۔

کہ قتادہ نے کہا یہ بات ہم کو بتحقیق پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب اس آیت کی تلاوت کرتے تو فرماتے یہ آیت تمہارے لئے ہے۔ اور خداوند تعالیٰ تم سے پہلے دیگر قوموں کو اس کی مثل دے چکا ہے جیساکہ امت موسیٰ کے حق میں فرمایا:۔ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰىٓ اُمَّةٌ ۔ الخ

اب ان مدعیان بے تحقیق سے کون پوچھے کہ حضرت ان آیات اور احادیث سے تو اس ہماری امت میں بارہ سرداروں کو مبعوث بالنص اور ہادی بالحق اور عادل بالحق ہونا پایا جاتا ہے۔

اب فرمائیے اثنا عشری تو صرف شیعہ ہیں اور ان کے بارہ امام ہادی بالحق اور عادل بالحق بھی تھے۔ اب آپ کے صرف قرب و بعد نسب کو کیا کہا جائے۔

حضرات یہ ہے تشبیہہ خلافت محمدی کی بخلافت موسیٰ کہ بارہ ہادی بالحق وہاں بھی موجود تھے اور یہاں بھی منصوص موجود ہیں۔ اس کے ساتھ اگر یہ حدیث بھی ملا لیجئے تو معاملہ صاف ہو جائے۔

عن عبداللہ بن مسعود لقد سالنا رسول اللہ فقال اثنی عشر کعدۃ نقباء بنی اسرائیل - (مسند احمد بن حنبل ص۳۹۸ جلد-۱)۔

کہ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم نے رسالتمآبؐ سے خلفاء کی تعداد پوچھی تو فرمایا کہ بارہ۱۲ ہوں گے مثل نقبائے بنی اسرائیل کے۔ لیجئے حضورؐ تو اپنی خلافت کی تشبیہ بنی اسرائیل کے بارہ منصوص نقباء ہادیان بالحق سے دے رہے ہیں بے تحقیقوں کی نظر نسب کے قرب و بعد پر جا پڑی۔

کیوں حضرات! اس حدیث میں کعدۃ نقباء بنی اسرائیل کا لفظ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو فرمایئے کاف تشبیہ کا عدہ بمعنی تعداد پر داخل ہے یا نہیں اگر ہے تو وجہ شبہ منصوص بارہ کی تعداد ہوئی یا اور کچھ اصولِ تفسیر یہ ہے۔

"کہ تفسیر بالرائے نہ کی جائے بلکہ حضورؐ سے نص تلاش کی جائے۔"

مماثلت حضرت یوشع و حیدرِ کرّار علیہما السلام

بعض مدعیانِ بے تحقیق کا یہ کہنا کہ حضرت موسیٰؑ کا پہلا خلیفہ اور آنحضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا خلیفہ جو آپس میں مشابہت رکھتے ہیں وہ روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہے۔ اور پھر یہ کہنا کہ حضرت موسیٰؑ اور یوشعؑ آٹھویں پشت میں جا کر ملے ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر ساتویں پشت میں مل گئے ہیں۔

یہ اوّل تو کتبِ تاریخ سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ دوم۲ قرآن اور حدیث کے حقائق سے تہی دامن ہونے کا ثبوت ہے تیسرا شاید ان کو روزِ روشن کے معنی نہیں آتے، چہارم یوشع اور حیدرِ کرّار کے مماثلت نظر

[illegible] ہے ورنہ کوہ کی بجائے کاہ پر نازاں نہ ہوتے۔

اوّلاً:- حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشعؑ ساتویں پشت میں [illegible] - کیونکہ بقول مدعی بھی حضرت یوشع علیہ السلام سے حضرت یعقوبؑ تک [illegible] پشتیں بنتی ہیں - یوشع۱، نون۲ - الیشاع۳ - عمیہود۴ - اعداد۵ - افرائیم۶ [illegible] - یعقوب۸ -

دوم:- ابن کثیر نے اس پر تصدیق نہیں کی بلکہ صرف عمیہود کو اہلِ کتاب کا [illegible] قرار دیا ہے اور الیشاع - اعداد سولائح کا نام تک نہیں لیا اور مورخین اہل اسلام نے صرف یہ نسب نامہ لکھا ہے - یوشع۱ بن نون۲ بن افرائیم۳ بن یوسف۴ [illegible] یعقوب۵ - بایں حساب کُل پانچ پشتیں بنیں - دیکھو تاریخ ابن کثیر ص۲۱۱ جلد اوّل اور تاریخ کامل ص۱۱۳ جلد اوّل - بعث اللہ یوشع بن نون بن افرائیم [illegible] یوسف بن یعقوب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پورا نسب نامہ تو ابھی مدعی صاحب [illegible] نہیں ملا - جو کچھ ملتا ہے وہ تطابق کے لئے کافی نہیں تو سوائے تطابق [illegible] کیسا - حضرت موسیٰ کا نسب نامہ تاریخوں میں یہ ہے - موسیٰ بن [illegible] بن قاہث بن لاوی بن یعقوب - تاریخ کامل ص۱۵ جلد اوّل -

اگر یہ کہیں کہ پورا تطابق مطلوب نہیں بلکہ صرف اجمالی طور پر نسب کا بعد [illegible] تو اتنی تکلیف کی ضرورت ہی نہیں - یہ قرب اور بعد کا اجمالی فرق تو [illegible] میں بھی موجود ہے کہ حسنین علیہما السلام اقرب تھے اور حضرت علی ابعد [illegible] نے اقرب کی بجائے ابعد کو خلیفہ بنایا - کیونکہ حضرت یوشع علیہ السلام [illegible] موسیٰؑ کے چچا زادوں میں سے تھے اور حضرت علیؑ بھی حضورؐ کے چچا زاد [illegible] بھی ہو گئی فضیلت نسب اور نص خلافت بھی خیرباد نہ کہنا پڑی قرآن اور حدیث کے [illegible] مماثلات بھی صحیح رہ گئے۔

بحث فضیلت

اگر مدعی صاحب کے خلیفہ کی غیر منصوص خلافت کو حضرت یوشع علیہ السلام کی خلافت سے تشبیہہ دی جائے تو در باب نسب بھی افضل کو چھوڑ کر مفضول کی طرف جانا پڑتا ہے وھو قبیح عقلاً کیونکہ حضرت یوشع علیہ السلام کا نسب مخصوص اور مصطفیٰ تھا مگر ان کے خلیفہ صاحب کا نہیں۔

فضیلتِ نسب یوشع علیہ السلام

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْاَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِ يَعْقُوبَ كَمَا اَتَمَّهَا عَلٰى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرَاهِيمَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ (پ۱۲ یوسف)

اور اسی طرح تیرا رب تجھ کو برگزیدہ کرے گا اور سکھلا دے گا تجھ کو تعبیر خوابوں کی اور اپنی نعمت تجھ پر اور آلِ یعقوب پر پوری کرے گا۔ جیسا اس نے اپنی نعمت تیرے دو باپوں ابراہیم اور اسحٰق پر پوری کی۔ تحقیق تیرا رب جاننے والا حکمت والا ہے۔

يَا بَنِي اِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِينَ ۝ (پ۱ البقرہ)

اے یعقوب کے بیٹو میری وہ نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور میں نے تم کو تمہارے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی۔ وَاِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيكُمْ اَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَاٰتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ۔ (پ۶ المائدہ)

اور جب کہا موسیٰؑ نے اے میری قوم اللہ کی وہ نعمتیں یاد کرو جو تم پر ہیں جبکہ اس نے تم میں نبی کئے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ نعمتیں دیں جو اس زمانہ میں کسی کو نہ دیں

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِي اِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا۔ (پ۹ اعراف)

اور وارث کیا ہم نے اس قوم کو جو زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں جس میں ہم نے برکت دی ضعیف سمجھی جاتی تھی اور تیرے رب کا مبارک وعدہ بنی اسرائیل پر ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہوا۔ یہ ہے جناب یوشع علیہ السلام کے نسب کی فضیلت۔

فضیلت نسب علی اور نبی علیہما السلام

اب ذرا فضیلت نسب نبیؐ اور علیؑ بھی سن لیجئے تاکہ خلیفہ منصوص کے فضائل نسب کا توازن ہو جائے۔

عن واثلہ بن الاسقع ان رسول اللّٰہ قال ان اللّٰہ اصطفٰی من ولد ابراھیم اسمٰعیل واصطفٰی من بنی اسرائیل بنی کنانہ واصطفٰی من بنی کنانہ قریشا واصطفٰی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔ (صحیح مسلم ص۲۴۵ ج ۲۔ مشکوٰۃ ص۵۱۱)

واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہؐ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیمؑ سے حضرت اسمٰعیل کو برگزیدہ کیا اور بنی اسرائیل سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو چن لیا۔ صحیح مسلم ص۲۴۵ میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

استدل بہ اصحابنا علی ان غیر قریش من العرب لیس باکفو لھم و غیر بنی ھاشم کفولھم الابنی المطلب فانھم و بنو ھاشم واحد کما صرح فی الحدیث الصحیحۃ۔

کہ ہمارے اصحاب شافعیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ غیر قریش خواہ عرب ہو، قریش کا کفو نہیں ہو سکتا۔ اور غیر بنی ہاشم خواہ قریشی ہو ہاشمی کا کفو نہیں ہو سکتا۔ البتہ بنی المطلب کیونکہ ہاشم اور مطلب حقیقی بھائی تھے اور وہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

لیجئے قریشی تو بنی ہاشم کی کفو بھی نہیں ہو سکتے، اب غیر کفو کو خلافت دینا نہ معلوم کس دلیل سے جائز ہو گا۔ چونکہ شریفہ عورت کے نکاح کے لئے بھی کفو شرط ہے غیر کفو میں نہیں ہو سکتا۔ لہذا جتنے مخدوش نکاح بیان کئے جاتے ہیں سب غلط ہو گئے۔ سچ ہے ان سنام المجد من آل ھاشم (صحیح مسلم ض۳ جلد ۲) تحقیق بزرگی کی چوٹی آل ہاشم میں ہے:۔

عن ابن العباس بلغہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعض ما یقول الناس فصعد المنبر فقال من انا قالوا انت رسول اللہ قال انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر خلقہ وجعلھم فرقتین فجعلنی فی خیر فرقتہ وخلق القبائل فجعلنی فی خیر قبیلۃ وجعلھم بیوتاً فجعلنی فی خیرھم بیتاً فانا خیر کم بیتا وخیر کم نفساً۔ (تاریخ ابن کثیر ص۲۵۶ واللفظ لہ مشکوۃ شریف ص۵۱۳ اشعۃ اللمعات ص۴۹۸ جلد۴۔ ترمذی وغیرہ)۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے جب حضورؐ کو بعض لوگوں کی باتیں پہنچیں تو حضورؐ برسر منبر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا بتلاؤ میں کون ہوں۔ لوگوں نے عرض کی حضورؐ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمدؐ بن عبداللہ ہوں بن عبدالمطلب بن ہاشم بھی ہوں۔ تحقیق اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے بہترین مخلوق میں کیا۔ اور پھر ان کو دو فرقے بنایا اور مجھ کو بہترین فرقہ میں کیا اور پھر قبیلے بنائے اور مجھے بہترین قبیلہ میں کیا۔ اور پھر گھر بنائے ———— اور مجھ کو بہترین گھر میں کیا۔ پس میں از روئے ذات بھی افضل اور از روئے گھر بھی۔

اس کی تائید میں ایک اور مفصل روایت بھی موجود ہے

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ان اللہ قسم الخلق قسمین فجعلنی فی خیرھم قسماً فذالک قولہ واصحاب الیمین واصحاب الشمال فانا من اصحاب الیمین وانا خیر اصحاب الیمین ثم جعل القسمین ثلاثا فجعلنی فی خیرھا ثلثا فذالک قولہ واصحاب الیمنۃ والسابقون السابقون فانا من السابقین وانا خیر السابقین ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی فی خیرھا قبیلۃ فذالک قولہ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر وان اتقی ولد ادم واکرمھم علی اللہ ولا فخر ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی فی خیرھا بیتا وذالک قولہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً فانا واھلبیتی مطھرون من الذنوب رواہ ابن ابی شیبہ۔ تاریخ ابن کثیر ص۲۵۲ ج۔ ا۔

حضرت ابن عباس نے کہا کہ رسول خدا نے فرمایا کہ تحقیق اللہ نے اپنی مخلوق کو جب دو حصوں میں تقسیم کیا تو مجھ کو اپنی بہتر مخلوق میں کیا۔ جس کی دلیل یہ آیت اصحاب الیمین اور اصحاب شمال ہے۔ پس میں اصحاب یمین سے ہوں اور سب اصحاب یمین سے بہتر ہوں۔ پھر دو قسموں کو تین حصے بنا کر مجھے بہترین تہائی میں داخل کیا۔ جس کا ثبوت اصحاب الیمینہ و السابقون میں ہے اور میں سابقین میں داخل ہوں اور تمام سابقین سے افضل ہوں۔ پھر ان میں تین حصوں کو جب خدا نے قبائل میں تقسیم کیا تو مجھ کو بہترین قبیلہ میں داخل کر دیا۔ جس کا ثبوت اس آیت میں ہے کہ خدا نے تم کو شجرے اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کا تعارف کر سکو۔ تحقیق اللہ کے نزدیک بزرگ وہی ہے جو تم سب سے پرہیزگار ہے اور میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں اور سب سے افضل ہوں۔ کوئی فخر نہیں پھر اللہ نے قبائل کو بیوت یعنی گھروں میں تقسیم کیا اور

مجھے بہترین گھر میں داخل کیا جس کا ثبوت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت کی آیت میں ہے۔ یعنی میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک اور مطہر ہیں۔ لیجئے حضرات ذرا شرف بنی ہاشم بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال لی جبرائیل قلبت الارض من مشارقھا و مغاربھا فلم اجد رجلاً افضل من محمد و قلبت الارض مشارقھا و مغاربھا فلم اجد بنی اب افضل من بنی ھاشم۔ (تاریخ ابن کثیر ص۲۵۲ جلد اوّل)۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو جبرائیل نے بتایا میں نے مشرق سے مغرب تک تمام زمین کو دیکھا۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی افضل مرد نہیں پایا۔ پھر مشرق سے لے کر مغرب تک زمین پر گھوما۔ مگر بنی ہاشم سے بہتر کوئی خاندان نظر نہیں آیا۔

حضرات قارئین یہ ہے میرے مولائے کائنات امیر المومنین علیؑ کا نسب جس پر آپ نے بار ہا بجا فخر فرمایا۔ ؎

قد یعلم الناس انا خیرھم نسباً
ونحن افخرھم بیتاً اذا فخروا
رھط النبی وھم ماوی کرامتہ
وناصر الدین والمنصور من نصروا

والارض تعلم انا خیر ساکنھا
کما بہ لتشھد والبطحا والمدر
والبیت ثم والستر لوشآء ویحدثھم
نادیٰ بذالک رکن البیت والحجر

(دیوان علی مطبوعہ دیوبند ص۵۷)

وہ لوگ جانتے ہیں کہ میں نسب میں ان سے افضل ہوں اور ہمارا گھر سب سے زیادہ قابلِ فخر ہے۔ جب وہ فخر بیان کریں ہم کنبۂ پیغمبر ہی مقام بزرگی ہیں۔ دین کے ناصر اور مقصود وہی ہیں جس کی یہ مدد کریں زمین جانتی ہے ہم اس کے ساکنوں میں سب سے بہتر ہیں جیسا کہ وادی بطحا اور اس کے پتھر گواہی دیں گے اگر وہ چاہیں گے تو غلاف پوش کعبہ بھی گواہی دے گا بیت اللہ کے رکن اور سنگ اسود سب ہمارے فضائل کی منادی کریں گے۔

امیر المومنینؑ کے مشہور فخریہ اشعار

جن کو پڑھ کر امیر شام نے چھپانے کا حکم دے دیا تھا۔ تاکہ اہلِ شام علیؑ کی طرف مائل نہ ہوں اور وہ یہ ہیں۔

محمد النبی اخی وصھری
وحمزۃ سید الشھداء عمی
وجعفر الذی یضحی ویمسی
یطیر مع الملئکۃ ابن امی
وبنت محمد سکنی وعرسی

مشوبٌ لحمها بدمی و لحمی

وسبطا احمدٍ ولدا ی منھا

فمن منکم لہ سھمٌ کسھمی

سبقتکم الی الاسلام طرًّا

غلامًا ما بلغت او ان حلمی

(تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۹ دیوانِ علی صفحہ ۱۱۵)

کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بھائی اور سسر ہیں اور حمزہ سید الشہداءؑ میرا چچا ہے اور جعفر طیار جو صبح شام ملائکہ کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں، میرے بھائی ہیں اور فاطمہؑ بنتِ محمدؐ میری زوجہ اور سکونِ قلب ہے۔ میرا اور اس کا خون ہماری اولاد میں مخلوط ہے اور احمدؐ کے نواسے میرے بیٹے اسی سے ہیں۔ پس تم میں کون ہے جس کا حصّہ میرے برابر ہے۔ میں تم سب سے اسلام میں بھی سابق ہوں۔ میں اس وقت ایمان لایا جبکہ ابھی بلوغ کو نہیں پہنچا تھا۔

فخریہ اشعار سید الشہداء امام حسینؑ معرکہ کربلا

سید الشہداءؑ نے بھی کربلا میں اپنے ہاشمی نسب ہونے پر فخریہ رجز پڑھی جو کتب مقاتل میں موجود ہے۔ دیکھئے سر الشہادتین شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی صفحہ ۶۱

انا ابن علی الطُّھر من اٰلِ ھاشم

کفانی بھذا مفخر حین افخر

وجدّی رسول اللہ اکرم من مشی

ونحن سراج اللہ فی الارض یزھر

وفاطمۃ امّی سلالۃ احمد

وعمّی سیّد ذو الجناحین جعفر

وفینا کتاب اللہ انزل صادقا

وفینا الھدیٰ والوحی الخیر یذکر

ترجمہ:- ۱- کہ میں آلِ ہاشم سے علی پاک کا بیٹا ہوں وقتِ فخر مجھے یہی فخر کافی ہے۔

۲- اور میرا نانا اللہ کا رسولؐ خلقت سے بزرگ ہے۔ ہم اللہ کا چراغ ہیں جو زمین میں روشن ہے۔

۳- فاطمہؑ لختِ جگرِ رسولؐ میری ماں ہے جعفر طیار میرا ہی چچا ہے۔

۴- خدا کی سچّی کتاب ہمارے گھر اتری۔ ہدایت وحی سب ہمارے گھر میں ہے۔

اس کا ترجمہ فارسی میں کسی نے یوں کیا ہے:-

بودہ ام از آلِ ہاشم با وقار

ایں قدر کافیست مارا افتخار واعتبار

جدّ من باشد رسول اللہ بہتر زان کسے

کہ رخت بر روئے زمین ہستم چراغ کردگار

مادرم زہرا است بنتِ مصطفےٰؑ

عمّ من جعفر طیار فخر روزگار

درمیان ما کتاب اللہ نازل بودہ است
ذکر حق وحی وہدایت خیر جملہ یادگار!

یہ ہے جناب امیر علیہ السلام کے خاندان کا اصطفاء مثل یوشع علیہ السلام۔ اب نا معلوم خداوند کریم ان بنی ہاشم کے اصطفاء کے بعد پیچھے کیسے چلا گیا اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ سیادت کے دعویدار اس نسب کے فضائل اور خصوصیات کو نظر انداز کر کے غیروں کی طرف کیسے چلے جاتے ہیں اور ان فضائل کے بعد افضل البشر بعد انبیاء غیر بن کیسے گئے۔

تشبیہ خلافتِ علیؑ و یوشع علیہ السلام بنصِّ جلی

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

پس اگر استخلافِ محمدیؐ کی تشبیہ استخلافِ موسویؑ سے ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی خلافت تو منصوص ہو اور خلافتِ محمدیؐ اجماع و شوریٰ کے سہارے تلاش کرتی پھرے۔ ضروری ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خلیفہ کا آخیر عمر بلکہ ۱۸ ذی الحجہ کو اعلان کیا تھا ایسے ہی سرکارِ دو عالم اعلان کریں ورنہ تشبیہ بے معنی ہو جائے گی۔ اب دونوں اعلانات کی تفصیل پڑھیئے۔

اعلانِ استخلاف موسیٰ علیہ السلام

اخرج ابن حاتم عن الربیع ان موسیٰ علیہ السلام لما حضرہ الموت دعا سبعین رجلاً من احبار بنی اسرائیل فاستودعھم التوراۃ واستخلف یوشع بن نون۔ دیکھو

تفسیر مظہری ص۲۵ سورہ آلِ عمران مطبوعہ دکن از قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی۔

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قریب الموت ہوئے تو اپنے ستّر علماء بنی اسرائیل کو بلا کر تورات کی امانت ان کے حوالے کی اور حضرت یوشع بن نون کو خلیفہ بنایا۔

اور تاریخ ابن کثیر ص۳۲۰ جلد اوّل میں ہے کہ بارہ نقیبوں میں سے پہلا نقیب یوشعؑ ہے جس کی خلافت کا اعلان موسیٰ علیہ السلام نے کیا۔

خلافتِ یوشع ودیعت اور امانت تھی

پھر علامہ شہرستانی کی مشہور کتاب الملل والنحل ص۱۰۱ الجزء الاوّل میں ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کی یہ خلافت بطور ودیعت اور امانت تھی اصل حق فرزندان ہارون کا تھا۔ جو کہ وقت وفاتِ ہارون چھوٹے تھے کم خلافت و امامت سے کم تھے اصل عبارت یہ ہے۔

قالوا کان موسیٰ قد افضی باسرار التوراۃ والالواح الی یوشع بن نون وصیہ من بعد لیفضی الی اولاد ھارون لان الامر کان مشترکاً بینہ و بین اخیہ ھارون اذ قال واشرکہ فی امری وکان ھو الوحی فلما مات ھارون فی حال حیاتہ انتقلت الوصایۃ الی یوشع بن نون ودیعتہ فیوصلھا الی شبر وشبیر ابنی ھارون قراراً وذلک ان الوصیۃ والامامۃ بعضھا مستقر وبعضھا مستودع۔

کہ علماء اہل تاریخ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت کے اسرار و رموز اور تختیاں توریت کی اپنے بعد اپنے وصی یوشع کو امانتاً دی تھیں تاکہ اولاد ہارون کو پہنچا دیوے۔ کیونکہ امر نبوّت اور امامت میں موسیٰ علیہ السلام

نے کہا و اشرکہ فی امری اس لحاظ سے حضرت ہارونؑ ہی وصی تھے۔ پس جب ہارونؑ موسیٰؑ کی حیاتی میں فوت ہو گئے تو وصیت بطور ودیعت اور امانت حضرت یوشع علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گئی۔ پس حضرت موسیٰؑ نے ان کو حکم دیا کہ یہ امانت شبّر اور شبّیر فرزندانِ ہارون کو مستقل طور پر پہنچا دیں اور یہ اسلئے کہ وصیت و امامت بسا اوقات مستقل اور بعض اوقات امانت ہوتی ہے تو بات ہی صاف ہو گئی کہ اقرب بخلافت البعد محروم نہیں ہوئے بلکہ یہ خلافت و امامت بطور امانت تھی جو آخر اپنے مستقر اور مقام تک پہنچ گئی تھی۔

تشبیہہ علیؑ بیوشع علیہما السلام ودیعت امامت میں

لطف کی بات یہ ہے کہ ہمارے مولا علی علیہ السلام میں حضرت یوشع علیہ السلام کی یہ تشبیہہ بھی بطریق احسن موجود ہے اور اس کا ثبوت کتب اہل السنّت سے ملتا ہے۔ ذرا دیکھو تفسیر عزیزی مصنفہ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی۔ پارہ تبارک الذی سورۃ الحاقۃ ۷۶ وتعیہا یعنی یاد دارد قصہ این کشتی را و کیفیت نجات از غرق طوفان راکہ مومنین را باین تدبیر حاصل شود اذن واعیہ یعنی گوشے کہ یاد دارندہ این قسم امور است و در حدیث شریف وارد است کہ چون این آیت نازل شد۔ آنحضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ را فرمودند کہ سالت اللہ ان یجعلہا اذنک یا علی و تخصیص حضرت امیر المومنین باین شرف و مرتبت برائے ہمیں نکتہ است کہ معنی کشتی بودن اہل بیت بدون توسط حضرت امیر متصور نبود زیرا کہ اہل بیت آنحضرت کہ قابل امامت این طریق بودند درآنوقت صغیر السن بودند و تربیت ایشاں بدیگرے حوالہ کردن منافی شانِ کمال آنحضرت بود لاجرم قواعد نجات از ثقل گناہاں آنحضرت امیر المومنین القا فرمود دایشاں امام ساختن و کمال علم خود را بصورت ایشاں متصور نبودن ضرور افتاد کہ ایشاں بحکم ابوت آں کمال را تر و تازہ بصاحبزادہا رسانند و ایں سلسلہ تاقیام

قیامت بتوسط ایشاں جاری ماند و لہذا حضرت امیر المومنین را یعسوب المومنین لقب دادہ اند اور تعیہا یعنی یاد رکھے گا۔ اس قصّہ کشتی کو اور غرق طوفان سے نجات کی کیفیت کو تاکہ مومنین کو اس تدبیر سے نجات حاصل ہو جائے اذن واعیہ یعنی وہ کان جو کہ اس قسم کے امور کو یاد رکھنے والا ہے اور حدیث میں آیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور رسالتمآبؐ نے علی المرتضیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے علیؑ میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ وہ یاد رکھنے والا تیرا کان ہو اس شرف اور رتبہ کے لئے جناب امیر کی تخصیص اس نکتہ کے لئے ہے کہ اہل بیت کے کشتی ہونے کا معنیٰ بغیر واسطے حضرت امیرؑ کے ممکن نہیں تھا کیونکہ آنحضرتؐ کے وہ اہل بیت کہ اس طریق کی امامت کے قابل تھے اسوقت کمسن بچے تھے اور ان کی تربیت کو کسی دوسرے کے حوالے کرنا بھی آنحضرتؐ کی شان کے منافی تھا۔ لہٰذا بارِ گناہ سے نجات کے قواعد حضرت امیر المومنین کو ہی القاء فرمائے گئے۔

بایں وجہ ان کو امام کرنے اور اپنے علمی کمال کو ان کی صورت میں ظاہر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ امیر بدر بزرگوار ہونیکی حیثیت سے وہ کمال تازہ بتازہ ان کے وارثوں کو پہنچا دیویں۔

سبحان اللہ یہ ہے اصل حقیقت حضرت یوشع علیہ السلام اور حضرت امیر علیہ السلام کو یہ بار امانت سپرد کرنے کی مگر جو آلِ محمدؐ سے دور ہیں ان کو ان حقائق سے واسطہ کیا۔

صدق اللہ و رسولہ تلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون

اعلانِ ولایت و خلافتِ امیر المومنینؑ

تقریرِ بالا سے ثابت ہوا کہ مثل موسیٰ علیہ السلام سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

کہ یوشع علیہ السلام جیسے اپنے وصی کی ولایت کا اعلان کرنا ضروری تھا ورنہ تشبیہ خلافتِ محمدیؐ بخلافت موسویؑ ناقص رہ جاتی۔ چنانچہ حضورؐ نے حسبِ حکم ربّ العزت اس کا اعلان کیا۔

یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ ٥ پ۶ المائدہ

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس پیغام کو پہنچاؤ۔ جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو آپ نے خدا کا ضروری پیغام نہ پہنچایا۔ اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت کرتا اس قوم کو جو کافر ہے۔

یہ آیت سورہ مائدہ کی ہے اور سورۂ مائدہ حضرتؐ کی آخری عمر میں نازل ہوئی۔ اور اس میں بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں کا مبعوث کرنا بھی مذکور ہے۔ اب آپ ہی سوچیئے کہ حضرتؐ کی آخری عمر میں کونسا ضروری پیغام ہے جس کے پہنچانے کی تاکید در تاکید ہو رہی ہے۔ لیجئے کتبِ فریقین سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَۃُ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ یَوْمَ غَدِیْرِ خُمٍّ فِیْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ یہ آیت یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ غدیر خم کے دن نازل ہوئی۔ علیؑ بن ابی طالب کے بارہ میں عمدۃ القاری ص۵۸۴ جلد۸۔ تفسیر فتح القدیر ص۵۷ جلد۲

فَقَالَ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین معناہ بلّغ ما انزل الیك فی فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلمّا نزلت هذه الاٰیۃ اخذ بید علی وقال من کنت مولاہ

فعلیٌ مولاہ۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص۵۸۴ جلد۸)

کہ اہل بیت کے امام پنجم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ بلّغ ما انزل الیك من ربّك کا معنیٰ یہ ہے کہ فضائل علیؑ کی تبلیغ کرو پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضورؐ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا اعلان فرمایا۔

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کُنَّا نَقْرَءُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ اَنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (تفسیر فتح القدیر از شوکانی ص۵۷ پ۲ در منثور از سیوطی ص۲۹۸ جلد۲)

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ کے زمانہ میں یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ کی تفسیر میں انّ علیًا مولی المومنین بھی پڑھتے تھے کہ اے رسولؐ تبلیغ کر اس کی جو تیری طرف نازل کیا گیا ہے کہ تحقیق علیؑ مومنوں کا مولیٰ ہے۔

مَا اُنْزِلَ سے مراد ولایت علی علیہ السلام

مَا اُنْزِلَ سے مراد ولایتِ علیؑ ہے۔ کیونکہ اسی سورۂ مائدہ میں قبل ازیں ولایتِ علیؑ اجمالاً نازل ہوئی تھی، اب تفصیل کا حکم ہوا۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَهُمْ رَاکِعُوْنَ ٥ (پ۶ المائدہ)

سوائے اس کے نہیں ولی تمہارا اللہ ہے اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں رکوع کی حالت میں۔

شانِ نزولِ آیۂ اِنّما ولیّکم اللّٰہ

اخرج الطبرانی فی الاوسط بسند فیہ مجاھیل عن عمار بن یاسر قال وقف علی علی ابن ابی طالب سائل وھو راکع فی تطوع فنزع خاتمہ فاعطاء السائل فنزلت انّما ولیّکم اللّٰہ ورسولہ الاٰیۃ ولہ شاھد قال عبدالرزاق حدثنا عبدالوھاب بن مجاھد عن ابیہ عن ابن عباس فی قولہٖ انّما ولیّکم اللّٰہ الاٰیۃ قال نزلت فی علی ابن ابی طالب وروی ابن مردویہ من وجہ اٰخر عن ابن عباس مثلہ واخرج ایضًا عن علی مثلہ واخرج بن مردویہ عن مجاھد و ابن ابی حاتم عن سلمۃ بن کھیل مثلہ فھذہٖ شواھد یقوی بعضھا بعضًا۔

(لباب النقول فی اسباب النّزول للسیوطی برحاشیہ جلالین مصری ج۱ ص۱۴۱)

روایت کی طبرانی نے اوسط میں ساتھ ایسی سند کے جس میں کچھ راویوں کے حال نامعلوم ہیں (جس کی تلافی آئندہ شواہد سے ہوگئی ہے) کہ عمار بن یاسر سے کہا کہ حضرت علیؑ کے پاس ایک سوالی کھڑا ہوا تھا اور وہ نفلی نماز میں بحالتِ رکوع تھے پس آپ نے اسی حالت میں اپنی انگشتری اُتار کر سائل کو عطا کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اِنّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ الاٰیۃ۔ اور اس روایت کے شواہد یعنی گواہ اور بھی ہیں جن سے تقویت ہوئی ہے۔ جیسے عبدالرزاق نے بسند خود ابن عباس سے روایت کی کہ اِنّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہ حضرت علی علیہ السّلام کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے اس روایت کو

ایک دوسرے طریق سے بھی بیان کیا ہے۔ اور ابن جریر نے مجاہد سے اور ابن ابی حاتم نے سلمیٰ بن کہیل سے بھی اس کی مثل روایت کی ہے۔ پس یہ شواہد ایک دوسرے کی تقویّت کرتے ہیں لہٰذا روایت قوی ہے۔ یہ ہے علّامہ سیوطی کی توثیق روایت بالتفسیر فتح القدیر ج۲ ص۵ تفسیر کشاف ص۳۶۴ جلد اوّل میں ہے:۔

عن ابن عباس قال تصدق علی بخاتم وھو راکع فقال النّبی للسّائل من اعطاءک ھذا الخاتم قال ذالک الراکع فانزل اللّٰہ انّما ولیّکم اللّٰہ

ابنِ عباس سے روایت ہے کہ "انّما" ان ہستیوں کی اختصاص ولایت کے واسطے ہے۔ اِنّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ میں لفظ وَلی کی وحدت ولایت میں اصل اور تابع کا فرق بتلانے کے لئے ہے کہ اصلی ولی صرف اللّٰہ ہے اور رسُول اور مومنین بالتبع داخلِ ولایت ہیں۔ اور اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ خالص مومنین کی تمیز کے لئے ہے تاکہ نفاق سے ایمان لانے والے خارج ہوجائیں اور لفظ جمع لوگوں کی ترغیب کے لئے ہے تاکہ پرسُنّتِ علی علیہ السّلام ایسے اعمال کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن آیت صرف شانِ علی علیہ السّلام میں ہے۔

اعلانِ ولایتِ علیؑ بغدیرِ خم

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُہُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُہَاجِرِیْنَ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا اِلٰی اَوْلِیَآئِکُمْ مَعْرُوْفًا کَانَ ذَالِکَ فِی الْکِتَابِ مَسْطُوْرًا۔ (پ۲۱ احزاب)

نبی مومنوں کا حقدار ہے ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ رحمی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں کتاب اللہ میں بہ نسبت دوسرے مومنوں اور مہاجروں کے لیکن اگر تم اپنے سابق اولیاء سے سلوک کرنا چاہو تو اور بات ہے۔ یہ بات لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے یہ بات صاف بتلا رہی ہے کہ نبی مومنوں کا سب سے بڑھکر حقدار ہے یعنی مومن کا اپنا نفس بھی اس تصرف کا اتنا حق نہیں رکھتا جو رسول اللہ رکھتے ہیں اور بہ نسبت مومنوں اور مہاجروں کے مرد کے اصلی حقدار اہل قرابت اور اہل بیت ہو سکتے ہیں۔

اور یہ اصول اور قانون لوح محفوظ اور انبیاء کے میثاق غلیظ سے لیکر کتاب اللہ تک بھی مذکور اور مسطور ہے۔ پھر نامعلوم اہل بیت کی بجائے دیگر مومن مہاجر رسول اللہ کے کیسے حقدار ہو سکتے ہیں۔ رسول اللہ اہلبیتؑ کو چھوڑ کر ان کی ولایت کا کس قانون سے اعلان کر سکتے تھے۔ مگر افسوس ضابطہ قرآن موجود اور رسولؐ اللہ کا اعلان موجود مگر لوگ پھر بھی اغیار کی طرف جا رہے ہیں۔ لو ضابطۂ قرآن کے مطابق حضرت کے اہل قرابت اہل بیتؑ کے متعلق حضرت کا اعلان پڑھیئے:۔

احادیثِ غدیر

عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ یقول نزل رسول اللہ بین مکۃ والمدینۃ عند شجرات خمس و دحات عظام فکنس الناس ما تحت الشجرات ثمّ راح رسول اللہ عشیۃ فصلی ثمّ قام خطیباً فحمد اللہ واثنی علیہ وذکر و وعظ فقال ما شاء اللہ ان یقول ثمّ قال ایّھا النّاس انّی تارک فیکم امرین لن تضلّوا

ان اتبعتموھما و ھما کتاب اللہ و اھلبیتی عترتی ثمّ قال اتعلمون انّی اولی بالمؤمنین من انفسھم ثلاث مرات قالوا نعم فقال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپسی پر مکّہ اور مدینہ کے درمیان درختوں کے پاس اُترے وہاں پانچ بڑے بڑے درخت بھی تھے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دوپہر کا آرام وہیں فرمایا۔ پھر نماز پڑھی پھر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور حمدِ خدا اور اس کی ثناء کی پھر وعظ ونصیحت فرمائی۔ پھر جو کچھ منظورِ خدا تھا کہا۔ پھر فرمایا یا ایّھا النّاس اَے لوگو میں تمہارے اندر دو امر چھوڑنے والا ہوں۔ اگر تم نے ان کی تابعداری کی تو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ اور وہ دونوں کتاب اللہ اور میرے اہلبیت اور میری عترت ہیں۔ پھر کہا کیا تم کو علم نہیں کہ میں مومنوں کا ان کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار ہوں۔ یہ لفظ حضرتؐ نے تین دفعہ فرمائے۔ سب صحابہ نے کہا ہاں حضورؐ آپ ہمارے حقدار ہیں۔ اس پر حضرت نے فرمایا۔ جس کا میں مولا ہوں پس علی علیہ السلام اس کے مولا ہیں۔ اس حدیث کا مضمون مستدرک حاکم کے علاوہ مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۵ پر بھی موجود ہے۔

نوٹ:۔ یہ آیت ولایت کی اجمالی تفسیر تھی۔ اب ذرا مبلّغ اعظم کے قلم سے ان کی تفصیل پڑھ لیجئے۔

(۲) مفصّل تفسیر آیۂ ولایت

اعلانِ ولایت جناب امیر علیہ السلام

یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ٥ (پ۶ سورہ مائدہ)

ترجمہ :- اے رسولؐ تبلیغ کر اس چیز کی جو تیرے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اور اگر تُو نے یہ کام نہ کیا تو تُو نے اس کا پیغام نہ پہنچایا اور اللہ تجھ کو ان لوگوں سے بچائے گا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت کرتا قوم کافر کو۔

اس آیت کے چار جملے ہیں اور چاروں فعلیہ۔

جملہ اوّل :- یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ یا حرف ندا۔ اور الرّسول منادیٰ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ مقصود بالنّدا ہے یعنی رسولؐ اللہ کو اس جملہ میں ایک مسئلہ خاص کی تبلیغ کا حکم ہوا ہے۔

جملہ دوم :- وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ہے اس میں اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ شرط ہے اور فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ اس کی جزا ہے اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ کے لحاظ سے اس میں جملہ اوّل کے اس

مسئلہ خاص کی تبلیغ نہ ہونے کا نقصان بیان کیا گیا ہے۔

جملہ سوم :- وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ میں اس مسئلہ خاص کی تبلیغ کے دشمنوں کا ذکر ہے جن کی وجہ سے رسالتمآبؐ کو اس مسئلہ کی تبلیغ میں تردّد تھا۔

جملہ چہارم :- اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ہے اس کے دو مفہوم ہیں :-

اوّل یہ کہ وہ منکر آپ کے قتل کی طرف راہ نہیں پا سکیں گے۔ اس صورت میں ہدایت لغوی مراد ہے۔

دوم یہ کہ وہ کافر ہدایت خاص نہیں پا سکیں گے۔ اس صورت میں ہدایت شرعی مراد ہے۔ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ میں الرّسول پر الف لام تعریف کا برائے عہد ہے۔ یعنی رسُول معہود اور خاص ہے جس کا ذکر اَزل سے اَبد تک جاری رہیگا اور جس کا ذکر کُتب سالقہ میں بھی آچکا ہے۔

میثاقِ انبیاءؑ میں رسولِؐ خاص کا ذکر

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ط

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥

ترجمہ:- اور یاد کرو جس وقت اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب و حکمت دوں پھر تمہاری کتابوں کا مصداق رسول آئے تو تمہیں چاہیئے کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس کی نصرت و امداد کرو۔ کہا کیا تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر عہد پکڑا؟ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا بس گواہ بن جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ پس جو شخص اس کے بعد پھر جائے وہی فاسق ہوگا۔ (پ۳ آل عمران)

دعائے ابراہیمؑ میں رسولؐ خاص کا ذکر

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (پ۱ البقرہ)

ترجمہ:- اے رب ہمارے اور مبعوث فرما ان میں سے رسولِ خاص تیری آیتیں ان پر پڑھے اور ان کو کتاب و حکمت سکھاوے اور ان کو پاک کرے تحقیق تو غالب اور حکیم ہے۔

بشارتِ مسیحؑ میں رسولِ خاص کا ذکر

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ (پ۲۸ الصف)

ترجمہ:- اور یاد کرو جب حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے کہا اے بنی اسرائیل

تحقیق میں تمہارے اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ موجودہ کتاب توراۃ کی میں تصدیق کرنے آیا ہوں اور اپنے بعد آنے والے رسول کی جس کا نام احمدؐ ہوگا، بشارت اور خوشخبری دینے والا ہوں۔ پس جب وہ رسول ان کے پاس ظاہر معجزات لیکر آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو ظاہر ہے۔

یہ ہے وہ رسول جس کا عہد میثاق انبیاء میں لیا گیا جس کی دعا ابراہیم علیہ السلام نے مانگی جو مثل عیسیٰ علیہ السلام ہو کر آیا اور جس کی بشارت مسیح علیہ السلام نے دی، اس کو خطاب ہے یَاۤ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ تبلیغ کر اس مسئلہ خاص کی۔

مصداق مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ کیا ہے

مَاۤ اُنْزِلَ حرف مَا اسم موصول ہے۔ اسم موصول کی الف لام کی طرح چار قسمیں ہوتی ہیں:-

برائے استغراق:- جیسے عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَعْلَمْ۔

برائے جنس:- جیسے مَاۤ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

برائے عہد ذہنی:- جیسے اَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى۔

برائے عہد خارجی:- جیسے عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ۔

برائے استغراق اور جنس تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ سورۂ مائدہ جس کی یہ آیت ہے قرآن مجید کے نزول کے لحاظ سے آخری سورۃ ہے جیسا کہ تفسیر اتقان صـ۳۷ جلد اول میں ہے۔ اس سے قبل ہزارہا مسائل کی تبلیغ ہو چکی ہے۔ اور ایک سو تیرہ ۱۱۳ سورتیں نازل ہو چکی ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسولِ خدا سب کچھ چھپائے بیٹھے ہیں۔

برائے جنس بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قدر قلیل کی بھی اگر تبلیغ نہ کی جائے تو

جنس کا اطلاق پایا جا سکتا ہے۔ بہر حال یہ اسم موصول برائے عہد بھی ہو سکتا ہے خواہ ذہنی ہو یا خارجی۔ یعنی وہ مسئلہ خاص ہے جس کی تبلیغ کا ذکر ہے، اب وہ مسئلہ توحید اور رسالت بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ توحید اور رسالت کی تبلیغ ابتداء میں ہو چکی ہے۔ اور فروعات کے مسائل بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ منافقین جن کی وجہ سے اس مسئلہ کی تبلیغ میں تردّد ہو رہا تھا وہ سب فروعات میں شریک تھے، قرآن مجید شاہد ہے۔ اور فروعات کی وجہ سے وہ حضورؐ کی جان کے دشمن ہو بھی نہیں سکتے۔ بہر حال وہ حضورؐ کے بعد جانشینی کا مسئلہ ہے جس پر حکومتوں کا دارومدار ہے۔ جس کے لئے اسلام میں ہزاروں قتل و کشت ہوئے جس کی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام جیسے پاکباز بندے شہید کر کے بے گور و کفن جنگلوں میں چھوڑ دیئے گئے۔ یہ وہی مسئلہ ہے جس کو اہم سمجھا گیا اور صحابہ کرام نے رسول اللہؐ کو بے کفن و دفن چھوڑ کر اس کی طرف توجّہ کی۔ اس کیلئے عقلی اور نقلی قرائن موجود ہیں جیسا کہ اس کی تفصیل آرہی ہے۔

شانِ نزول:۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ۔

بقولِ مفسّرین و محدّثین اہلِ سُنّت

چنانچہ اکثر مفسّرین و محدّثین و مؤرخین اہلِ سُنّت نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ یہ آیت غدیرِ خم پر ولایتِ علی علیہ السّلام کی تبلیغ کے لئے نازل ہوئی ہے منجملہ ان کے ابوحاتم رازی، علامہ جلال الدین سیوطیؒ، محمد بن احمد، علّامہ عینی حنفی امام فخرالدین رازی، علی ابن احمد المعروف واحدی، مسعود بن سجستانی اور علامہ شوکانی کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر ص۶۳۶ جلد ۳ میں ہے

نَزَلَتْ هٰذِهٖ الْاٰیَةُ فِیْ فَضْلِ عَلِیٍّ وَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهٖ الْاٰیَةُ اَخَذَ بِیَدِهٖ وَقَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ

وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ فَلَقِیَهٗ عُمَرُ فَقَالَ هَنِیْئًا لَّکَ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ۔

یعنی یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضورؐ نے حضرت علی علیہ السّلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اے اللہ جو علیؑ سے محبت کرے تو اس سے محبّت کر اور جو اس سے عداوت کرے تو بھی اس سے عداوت کر الخ

بدر الدّین عینی حنفی

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ص۵۸۴ جلد ہشتم

فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ عَنْ عَطِیَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ یَوْمَ غَدِیْرِ خُمٍّ فِیْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ۔

ترجمہ:۔ عطیہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ روزِ غدیرِ خم علی علیہ السّلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اور اسی عینی شرح بخاری ص۵۸۴ جلد ۸ میں حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام کا قول بھی درج ہے۔

قال ابوجعفر محمّد بن علی ابن الحسین معناہ بلّغ ما انزل الیك من ربّك فی فضل علی ابن ابی طالب فلمّا نزلت ھذہ الایۃ اخذ بید علی وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ الخ

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا بَلِّغۡ مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ علی علیہ السلام کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے۔ حضورؐ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور کہا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی جس کا میں مولا ہوں اُس کے علیؑ مولا ہیں۔

علّامہ شوکانی

کی تفسیر فتح القدیر ص۵۷ جلد ۲ میں ہے :-

عَنِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ قَالَ کُنَّا نَقۡرَءُ عَلٰی عَهۡدِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ یٰاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ اَنَّ عَلِیًّا مَوۡلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ○

ابن مسعود سے روایت ہے کہ ہم رسولؐ اللہ کے زمانہ میں اس آیت کو یوں پڑھتے تھے کہ اے رسولؐ تبلیغ کر اس چیز کی جو تیرے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے کہ تحقیق علیؑ تمام مومنین کا مولیٰ ہے۔

اسی طرح علّامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر دُرِّ منثور میں لکھا ہے :-

محدّثین اہلسُنّت اور واقعہ غدیر خم

محدّثین اہلسُنّت نے واقعہ خم غدیر کو متواتر طور پر نقل کیا ہے۔

خُطبہ

خُمّ غدیر بعد نماز ظہر

عَنۡ مَیۡمُوۡنِ اَبِیۡ عَبۡدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ زَیۡدُ بۡنُ اَرۡقَمَ وَاَنَا اَسۡمَعُ نَزَلۡنَا مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ بِوَادٍ یُقَالُ لَهٗ وَادِیۡ خُمّ فَاَمَرَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰی بِهَجِیۡرٍ قَالَ فَخَطَبَنَا وَظُلِّلَ لِرَسُوۡلِ اللّٰهِ بِثَوۡبٍ عَلٰی شَجَرَةٍ سمرہ مِنَ الشَّمۡسِ فَقَالَ اَلَسۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ

اَوَلَسۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ اِنِّیۡ اَوۡلٰی بِکُلِّ مُؤۡمِنٍ مِنۡ نَفۡسِهٖ قَالُوۡا بَلٰی قَالَ فَمَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاهُ فَاِنَّ عَلِیًّا مَوۡلَاهُ (مسند احمد بن حنبل ص۳۷۲)

ترجمہ :- راوی کہتا ہے زید بن ارقم نے بیان کیا اور میں سُن رہا تھا کہ ہم رسولؐ اللہ کے ساتھ اس وادی میں نازل ہوئے جس کو وادیٔ خم کہا جاتا ہے پس حضرتؐ نے نماز کا حکم دیا۔ نماز ظہر گرمی میں پڑھی گئی۔ پھر حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا۔ حضورؐ کے لئے ایک درخت پر کپڑا ڈال کر سایہ بنایا گیا۔ حضورؐ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں ؟ کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر مومن کا اس کی جان سے بڑھ کر والی ہوں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں حضورؐ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں تحقیق علیؑ اس کا مولیٰ ہے۔

خطبہ خم غدیر

مع منادی رسول اللہ بعد نماز ظہر

عَنۡ عَدِیِّ ابۡنِ ثَابِتٍ عَنِ الۡبَرَاءِ ابۡنِ عَازِبٍ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ فِیۡ سَفَرٍ فَنَزَلۡنَا بِغَدِیۡرِ خُمٍّ فَنُوۡدِیَ فِیۡنَا الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ وَکُسِحَ لِرَسُوۡلِ اللّٰهِ تَحۡتَ شَجَرَتَیۡنِ فَصَلَّی الظُّهۡرَ وَاَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ فَقَالَ اَلَسۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اَنِّیۡ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا بَلٰی قَالَ اَلَسۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اَنِّیۡ اَوۡلٰی بِکُلِّ مُؤۡمِنٍ مِنۡ نَفۡسِهٖ قَالُوۡا بَلٰی قَالَ فَاَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ فَقَالَ مَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوۡلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنۡ وَالَاهُ وَعَادِ مَنۡ عَادَاهُ قَالَ فَلَقِیَهُ

عُمَرُ بَعْدَ ذَالِكَ فَقَالَ لَهُ هَنِيئًا لَكَ يَا بْنَ اَبِي طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَيْتَ مَوْلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ (مسند احمد بن حنبل ص ۲۸۱ ج ۱)

ترجمہ:- عدی بن ثابت نے براء ابن عازب سے روایت کیا ہے۔ کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ سفر میں تھے۔ پس غدیر خم پر نازل ہوئے۔ ہمارے درمیان منادی کرائی گئی۔ اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃ۔ اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پردہ بنایا گیا دو درختوں کے پیچھے۔ پس حضورؐ نے نمازِ ظہر پڑھی اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنوں کا والی ہوں، ان کی جان سے بھی زیادہ۔ سب نے کہا ہاں! پس اس کے بعد فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ اے خداوند کریم تو اس کے ساتھ محبت کر جو علیؑ سے محبت کرے اور اس کے ساتھ عداوت کر جو علیؑ سے عداوت کرے۔

اس کے بعد عُمر نے مبارکباد دی کہ آپ آج ہر مومن مرد اور عورت کے مولیٰ ہو گئے ہیں۔

واقعہ غدیر خم پر تیس (۳۰) صحابہ کی گواہی

عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ جَمَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ النَّاسَ فِي حجرته ثُمَّ قَالَ لَهُمْ اَنْشُدُ اللّٰهَ كُلَّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ يَوْمَ غَدِيْرِ خُمٍّ مَا سَمِعَ لَمَّا قَالَ فَقَامَ ثَلَاثُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَقَالَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فَقَامَ نَاسٌ كَثِيْرٌ فَشَهِدُوْا حِيْنَ اَخَذَ بِيَدِهٖ فَقَالَ لِلنَّاسِ اَتَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ

فَهٰذَا مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ قَالَ فَخَرَجْتُ وَكَانَ فِيْ نَفْسِيْ شَيْئًا فَلَقِيْتُ زَيْدَ ابْنَ اَرْقَمَ فَقُلْتُ لَهُ اِنِّيْ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَمَا تُنْكِرُ قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ كَذَا (مسند احمد بن حنبل ص ۳۷۰ ج ۴)

ترجمہ:- ابی الطفیل سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے اپنے حجرہ میں لوگوں کو جمع کیا پھر فرمایا کہ میں ہر شخص مسلم سے نام خدا پہ سوال کرتا ہوں کہ اس نے جو کچھ رسولؐ اللہ سے غدیر خم کے دن سنا اٹھ کر بیان کرے۔ کہا کہ بہت سے آدمی اٹھے۔ پس سب نے شہادت دی کہ حضورؐ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ جب میں وہاں سے نکلا تو میرے دل میں کچھ تردّد تھا۔ تو میں نے زید بن ارقم سے کہا کہ حضرت علیؑ نے آج ایسے ایسے کہا۔ حضرت زید نے جواب دیا انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ بیشک رسولؐ اللہ نے ایسے ہی فرمایا تھا۔

مؤرخین اہلسنّت اور واقعہ غدیر خم

طبقات ص ۲۲۵ جلد سوم اور امتاع المقریزی ص ۵۱۱ ارشاد الساری ص ۴۲۹ جلد ۶ میں ہے کہ حضورؐ نے سنہ ۱۰ھ حجۃ الوداع کا ارادہ فرمایا۔ لوگوں میں منادی ہو گئی۔ خلق کثیر جمع ہو گئی۔ اس حج کو حجۃ الوداع، حجۃ الاسلام، حجۃ الکمال اور حجۃ التمام کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد ہجرت اس حج تک کوئی حج نہیں کیا تھا۔ چنانچہ حضورؐ پانچ یا چھ ذیقعد سنہ ۱۰ھ کو غسل فرما کر لباسِ فاخرہ پہن کر باہر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ جملہ ازواج و اہلبیت تھے اور عامہ مہاجرین و

انصار اور قبائلِ عرب سے بھی ساتھ تھے۔

سیرۃ حلبیہ ص۲۸۳ سیرت احمد زینی وحلان ج۳ تاریخ الخلفاء لابن جوزی جزرابع تذکرہ خواص الامتہ ص۱۸ دائرۃ المعارف لفرید وحدی میں ہے کہ حضورؐ کے ساتھ اس حج میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمی تھے اور حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ آنیوالے یا مکہ معظمہ میں مقیم ان کے علاوہ۔

حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد ص۱۵۶ جلد۹۔ اور ثمار القلوب ص۵۲ میں لکھا ہے کہ جب حضورؐ مناسکِ حج پورے کر کے واپس ہوئے تو مع تمام جماعتوں کے جن میں مدنی، مصری اور عراقی شامل تھے ۱۸، ذوالحجہ کو بروز جمعرات خم غدیر پہنچے تو جبرائیل امین بلّغ ما انزل الیک الخ لیکر نازل ہوئے اور حکم دیا کہ علی علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کرو اور ہر کس پر ان کی اطاعت کا فرض ہونا بیان فرمایا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہاں ٹھہر گئے۔ اگلے پچھلے تمام حاجی جمع ہو گئے۔ درختوں کے نیچے منبر بنایا گیا۔ گرمی کا وقت تھا اور حاجیوں کے درمیان کھڑے ہو کر حضورؐ نے یوں خطبہ دیا:۔

خُطبۂ غدیرِ خُم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَنستعینہ ونؤمن بہ ونتوکّل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و سیّئات اعمالنا الّذی لا ہادی لمن ضل ولا مضل لمن ھدی و اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمّداً عبدہٗ ورسولہ اما بعد ایّھا النّاس قد نبانی اللّطیف الخبیر انّہٗ لم یعمّر نبی الا مثل نصف عمر الّذی قبلہ وانّی اوشك ان ادعی فاجیب وانّی مسؤل و

وانتم مسؤلون فماذا انتم قائلون قالوا نشھد انّك قد بلغت و نصحت وجھدت فجزاك اللہ خیراً قال الستم تشھدون ان لا الہ الّا اللہ وان محمّداً عبدہٗ ورسولہ ان جنتہ حق ونارہ حق ان الموت حق وان الساعۃ اتیۃ لاریب فیھا وانّ اللہ یبعث من فی القبور قالوا بلیٰ نشھد بذالك قال اللّٰھمّ اشھد ثمّ قال ایّھا النّاس الا تسمعون قالوا نعم قال فانی فرط علی الحوض وانتم واردون علی الحوض وان عرضہٗ ما بین صنعاء وبصری فیہ اقداح عددا لنّجوم من فضّۃٍ فانظروا کیف تخلفونی فی الثقلین فنادی منادٍ و ما الثقلین یا رسول اللہ قال الثقل الاکبر کتاب اللہ طرف بید اللہ عزّوجلّ وطرف بایدیکم و طرف بایدیکم فتمسّکوا بہ لا تضلّوا والاٰخر الاصغر عترتی وان اللطیف الخبیر نبانی انّھما لن یتفرّقا حتّیٰ یردا علی الحوض فسالت ذالك لعمارتی فلا تقدّموا ھما فتھلکوا ولا تقصروا عنھما فتھلکوا ثمّ اخذ بید علی فرفعھا حتی روئی بیاض اباطھما وعرفہ القوم اجمعون فقال ایّھا النّاس من اولی النّاس بالمؤمنین من انفسھم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال انّ اللہ مولای

وانا مولی المؤمنین وانا اولی بهم من انفسهم فمن کنت
مولاه فعلی مولاه یقولها ثلاث مرات وفی لفظ
احمد امام الحنابلة اربع مرات ثم قال اللهم وال
من والاه وعاد من عاداه واحب من احبه وابغض
من ابغضه وانصر من نصره واخذل من خذله و
ادر الحق معه حیث دار الا فلیبلغ الشاهد الغائب ثم لم
یتفرقوا حتی نزل امین وحی الله بقوله الیوم اکملت
لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الایة فقال
رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم الله اکبر علی اکمال
الدین واتمام النعمة ورضی الرب برسالتی والولایة
لعلی من بعدی ثم طفق القوم یهنئون امیر المؤمنین
صلوات الله علیه وممن هناه فی مقدم الصحابة الشیخان
ابوبکر وعمر کل یقول بخ بخ لک یا ابن ابی طالب اصبحت
وامسیت مولای ومولی کل مومن ومومنة وقال
ابن عباس وجبت والله فی اعناق القوم فقال حسان
ائذن لی یا رسول الله ان اقول فی علی ابیاتا تسمعهن فقال
قل علی برکة الله فقام حسان فقال یا معشر مشیخة
قریش اتبعها قولی بشهادة من رسول الله فی الولایة
ماضیة ثم قال :-

ینادیهم یوم الغدیر نبیهم
بخم فاسمع بالرسول منادیا
یقول فمن مولاکم و ولیکم
فقالوا ولم یبدوا هناک التعامیا
الٰهک مولانا وانت ولینا
ولم تر منا فی الولایة عاصیا
فقال له قم یا علی فاننی
رضیتک من بعدی اماما وهادیا

ترجمہ :- جملہ محامد اللہ واجب الوجود کے لئے سزاوار ہیں ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی کے ساتھ ہمارا ایمان ہے۔ ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اللہ کے ساتھ پناہ مانگتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے، جس کو ہدایت کرے اس کو گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کی گمراہی پر مُہر تصدیق ثبت کردے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں اور تحقیق محمد اس کا بندہ بھی ہے اور اس کا رسول بھی۔ اس کے بعد فرمایا خبردار! اے لوگو مجھے اللہ تعالٰی نے خبر دی ہے کہ ہر نبی اپنے سے پہلے نبی کی عمر کے مقابلہ میں نصف عمر دیا جاتا ہے۔ عنقریب میں بلایا جاؤں گا اور سوال کیا جائے گا اور تم بھی پس تم کیا کہو گے۔ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں آپ نے خوب تبلیغ کی اور خیر خواہی کی اور بہت کوشش فرمائی۔

پس خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے فرمایا کیا آپ گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور تحقیق جنّت اور دوزخ برحق ہے اور تحقیق موت حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں اور تحقیق اللہ تعالیٰ قبروں سے مُردے اُٹھائے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہاں ہم اس کی گواہی دیتے ہیں کہا اَے اللہ تُو گواہ رہ۔ پھر فرمایا اَے لوگو! کیا تم سُنتے نہیں ہو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہاں ہم سُنتے ہیں۔ کہا پس میں حوضِ کوثر پر تم سے پہلے پہنچنے والا ہُوں۔ تُم میرے پاس پیاسے آؤ گے۔ تحقیق حوض کوثر کی چوڑائی صنعا اور بصریٰ کے درمیان ہے۔ اس میں چاندی کے پیالے ستاروں کی تعداد میں پڑے ہیں۔ پسِ غور کرو میرے بعد ثقلین سے کیا برتاؤ کرو گے۔ پس ایک منادی نے ندا دی حضُور ثقلین سے کیا مراد ہے۔ فرمایا ثقلِ اکبر کتاب اللہ ہے۔ اس کی ایک طرف تمہارے ہاتھ میں ہے اور دوسری طرف خدا کے ہاتھ میں ہے پس اس کو پکڑو گمراہ نہیں ہو گے۔

ثقلِ اصغر میری عترت ہے مجھے لطیف وخبیر نے خبر دی ہے کہ تحقیق وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوں گے۔ حتّٰی کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے۔ مَیں نے ان دونوں کی نسبت اپنے رب سے یہ سوال کیا تھا۔ پس تم ان دونوں سے آگے مت بڑھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور نہ پیچھے رہو ہلاک ہو جاؤ گے۔ پھر حضرت علی علیہ السّلام کا ہاتھ پکڑا اور اس کو بلند کیا حتّٰی کہ دونوں کی بغلوں کی سفیدی نظر آگئی اور سب قوم نے اس کو پہچان لیا پھر فرمایا اَے لوگو! مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بڑھ کر لوگوں میں سے کون والی ہے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسُولؐ بہتر جانتا ہے۔ فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ میرا مولا اور مَیں مومنوں کا مولا ہوں یعنی ان کی جانوں سے بڑھ کر بھی ان کا والی۔ اس کے بعد آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ

اور امام احمد کے لفظوں میں ہے کہ چار مرتبہ فرمایا۔ پھر کہا اَے اللہ محبّت کر اس سے جو اس سے محبّت کرے اور عداوت رکھ اس سے جو اس سے عداوت رکھے اور بُغض رکھ اس سے جو اس سے بُغض رکھے اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور ذلیل کر اسکو جو اس کو ذلیل کرنیکی کوشش کرے اور حق کو اُدھر پھیر دے جس طرف یہ پھرے۔ خبردار! حاضر کو چاہیئے کہ غائب کو میرا یہ پیغام پہنچا دے۔ پھر ابھی منتفرق نہ ہوئے تھے کہ جبرائیل امین نازل ہوئے اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی نازل ہوئی۔

حضرت نے فرمایا اللہ اکبر دین کے پُورا کرنے اور نعمت کے تمام کرنے اور میری رسالت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت پر خدا کے راضی ہونے پر خدا تعالیٰ کا شُکر ہے۔

اس کے بعد قوم حضرت علی علیہ السلام کو مبارکباد دینے لگی۔ جنہوں نے مبارکباد دی ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ سب کہتے تھے مبارک ہو مبارک ہو تجھ کو اَے ابوطالب کے بیٹے کہ آج سے آپ میرے مولا اور ہر مومن کے مولا ہو گئے۔

(۳)

تصحیح تفسیر آیت اولی الامر و تحقیق معنی

اُولِی الْاَمر

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ط (پ۵ ۔ نساء)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو فرمانبرداری کرو اپنے اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں اولی الامر ہیں۔

اس آیت سے ایمانداروں کے لئے تین ہستیوں کی اطاعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ ایک اللہ واجب الوجود مستجمع جمیع الصفات کی اطاعت کا۔ دوئم محمد رسول اللہ خاتم النبیین لانبی بعدہٗ کی اطاعت، سوئم اولی الامر کا اطاعت دوم ہیں الرسول اور اولی الامر منکم کو جمع فرما دیا ہے کہ دونوں کی اطاعت یکساں اوقات اور احوال سے غیر مقید اور مطلق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ غیر معصوم کی اطاعت ہر وقت صحیح نہیں۔ لہٰذا اُولی الامر معصوم ہی ہوں گے جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

بحث مفہوم اُولِی الاَمر

لہٰذا اب دیکھنا یہ ہے کہ اُولی الامر سے مراد کون لوگ ہیں پس سب سے

پہلے کتاب اللہ کو دیکھا جائے گا۔ کیونکہ القرآن یفسر بعضہٗ بعضًا مسلّمہ اصول ہے لہٰذا پہلے سیاق اور سباق کا دیکھ لینا ضروری ہے۔ لیجئے اس سے پہلی آیت یہ ہے:-

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ہ پ۵ ۔ النساء

ترجمہ: تحقیق اللہ تم کو حکم دیتا ہے امانتوں کو ان کے اہل کی طرف ادا کر دو اور جب لوگوں کے درمیان حکم کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔ تحقیق اللہ تم کو اس کی نصیحت کرتا ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اس آیت کے شانِ نزول میں ہمارے برادرانِ اسلام کے ہاں یہ لکھا ہے کہ یہ آیت عثمان بن طلحہ بن عبدالدار کلید بردار کعبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے چنانچہ دیکھئے:-

لما اغلب باب الکعبۃ و ابی ان یدفع المفتاح فیھا رسول اللہ و قال لو علمت انہ رسول اللہ لم امنعہ فلوی علی کرم اللہ وجھہ یدہ واخذہ منہ و فتح فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وصلی رکعتین فلما خرج سألہ العباس رضی اللہ عنہ ان یعطیہ المفتاح و یجمع لہ السقایۃ والسدانۃ فنزلت فامر اللہ ان یردہ الیہ فامر علیًا رضی اللہ عنہ ان یردہ و یعتذر الیہ وصار ذالک سببًا لاسلامہ و نزل الوحی بان السدانۃ فی اولادہٖ ابدًا۔ (بیضاوی ص۱۰۷ و مدارک ص۱۸۰ ج ۱ ۔ و جلالین ص۷۹ و ابن کثیر

ص۵۱۵ ج ۱ مطبوعہ مصر)۔

کہ یہ آیت یوم فتح مکہ اتری ہے جب عثمان بن طلحہ بن عبدالدار نے کعبہ کا دروازہ بند کرلیا اور حضورؐ کو کعبے کی چابی دینے سے انکار کردیا۔ حضورؐ کو اس میں داخل ہونے سے مانع ہوا۔ اور کہا کہ میں اگر جانتا کہ وہ اللہ کا رسول ہے تو میں اس کو منع کیوں کرتا۔ پس اس پر حضرت علی علیہ السلام نے اس کا ہاتھ مروڑ کر اس سے چابی لے لی اور کعبے کا دروازہ کھول دیا۔ پس رسولِ خدا داخل ہوگئے اور آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی۔

پس حضورؐ جب باہر آئے تو حضرت عباسؓ نے سوال کیا کہ حضورؐ یہ چابی مجھے عطا فرمایئے۔ حاجیوں کو پانی پلانے اور دربانی کا منصب دونوں میرے ہی لئے جمع کردیجئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پس آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ یہ چابی اسے واپس لوٹا دو اور ذرا عذر خواہی بھی کردو۔ پس یہی چیز اس کے اسلام لانے کا سبب ہوگئی اور وحی نازل ہوئی کہ کعبہ کی دربانی کا شرف اس کی اولاد میں ہمیشہ رہے گا۔ لیجئے حضورؐ سیاق کی آیت سے رسولؐ کا بھی پتہ چل گیا ہے کہ کون ہے اور اولی الامر کا بھی اور فاتح مکہ کا بھی۔ کعبہ کا دروازہ کھولنے والے کا بھی حضورؐ کو داخلِ کعبہ کرنیوالے کا بھی نائب رسولؐ کا بھی۔

اب نہ معلوم اس اولی الامر کو چھوڑ کر غیر کی طرف جانیکی کیا ضرورت ہے جس کا ذکر پہلی آیت میں ہے اب ذرا اس آیت سے اگلی آیت بھی ملاحظہ فرمایئے تاکہ حق واضح ہوجائے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝ پ۵۔ النساء

کیا نہ دیکھا تو نے طرف ان لوگوں کی جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان

لائے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ اتاری گئی ہے طرف تیری اور جو کچھ کہ اتاری گئی ہے پہلے تجھ سے کہ یہ مقدمہ لے جاویں طرف سرکش کے اور حالانکہ حکم کئے گئے ہیں اس کے ساتھ انکار کرنے کا اور ارادہ کرتا شیطان یہ کہ گمراہ کرے ان کی گمراہی دور کی۔ اس آیت کی شانِ نزول میں برادرانِ اسلام کی تفسیروں میں ایک منافق کا قصہ نقل ہے کہ پہلے وہ اپنا مقدمہ رسول اللہ کی بجائے کعب بن اشرف یہودی کی طرف لے جانا چاہتا تھا اور بعد فیصلہ سرکارِ دوعالم پھر حضرت خلیفہ ثانی کی طرف۔ اور لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کو قتل کردیا۔ اور خدا نے اس منافق کی رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔ پس معلوم ہوا کہ اس منافق کے دونوں قصد غلط اور خدا و رسولؐ کے خلاف تھے۔ فیصلہ کا حق صرف اللہ اور رسولؐ اور اولی الامر کو ہے۔ ان کو چھوڑ کر غیر کی طرف مقدمہ لے جانا منع ہے اور حضرت عمرؓ نے بھی اس کو اسی بنا پر قتل کردیا تھا کہ وہ بے محل فیصلہ کا متمنی تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ اولی الامر نہیں ہیں ورنہ اللہ اور رسولؐ اور اولی الامر کی طرف مقدمہ لے جانے والا واجب القتل نہیں ہے نہ منافق ہے۔

دیکھئے پہلی آیت سے حضرت علی علیہ السلام کا اولی الامر ہونا اور پچھلی آیت سے دیگر بزرگوں کا اولی الامر نہ ہونا صاف ثابت ہوگیا۔

اب ذرا اصل آیت کو لیجئے:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ کہ یہ آیت سورۂ نساء میں ہے۔ سورہ نساء کو چھوڑ کر دور جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔ پ۵۔ النساء

ترجمہ:۔ اور جب آتا ہے کہ ان کے پاس کوئی امر امن کا ڈر کا تو پھیلاتے ہیں اس کو اور اگر پھیرتے طرف رسول کے اور طرف والیانِ امر

کے جو ان میں سے ہیں تو البتہ جان لیتے ہیں اس کو وہ لوگ کہ تحقیق کر سکتے ہیں اس کی ان میں سے۔

اس آیت نے صاف ظاہر کر دیا ہے کہ اولی الامر سے مراد وہ عالم ہیں جو حضورؐ کے وقت میں موجود تھے، مادہ استنباط بھی رکھتے تھے۔ اب تمام صحابہ کرام سے اعلم الصحابہ کا پتہ کر لینا چاہیئے جس کو سب سے زیادہ قرآن وحدیث کا علم ہوگا وہی اولی الامر کا مصداق ہوگا۔ اعلم الصحابہ کا پتہ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا سے ظاہر ہے اور عندہٗ علم الکتاب اس کی شان ہے جو ناطقِ قرآن اور ثانیٔ رسولؐ ہے اور امرھم شوریٰ بینھم سے جو بعض مدعیانِ امامت نے اپنے بزرگوں کی خلافت یا حکومت پر استدلال فرمایا ہے خلافِ واقعہ ہے۔ کیونکہ ان کی اپنی تفسیر بیضاوی ص۶۲۵ جلد ۲ اور مدارک ص۳۰ جلد ۴ پر صاف لکھا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (پ۲۵ الشوریٰ)

اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کو قبول کیا اور نماز قائم کی اور ان کے معاملات صلاح ومشورہ سے طے ہوتے ہیں اور وہ ہمارے رزق سے خرچ کرتے ہیں، کی آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جب وہ مکّہ معظّمہ میں جا کر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ دیکھو نزلت فی الانصار دعاھم رسول اللہ الی الایمان فاستجابوا۔ کی یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جب ان کو حضورؐ نے ایمان کی طرف بلایا اور انہوں نے قبول کیا اور یہی حاشیہ ۱۷ جلالین ص۴۰۴ میں لکھا ہے کہ یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ وہ حضورؐ کے قدوم میمنت لزوم سے پہلے وہ اپنے امور مشورہ سے طے کیا کرتے تھے۔ اب آپ ہی فیصلہ فرمائیے کہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی اور حکومت پر مہاجرین قابض ہوئے جن کے حق میں یہ

آیت اُتری ان کو حکومت کا ذرّہ بھی نصیب نہ ہوا۔ حالانکہ امر علم میں امر ان کی طرف مضاف ہو رہا ہے۔ نہ معلوم ایسے اماموں کا کیا حشر ہوگا جو نہ سباق سمجھتے ہیں نہ سیاق نہ تفسیر نہ حدیث۔ صرف اپنی امامت کے زور سے کام چلانا جانتے ہیں حالانکہ ان کی امامت کو نہ اپنے مانتے ہیں نہ بیگانے۔ اگر یقین نہ ہو تو اخبار بین دیکھ لو۔ مگر تاہم دعوئے امامت میں فرق نہیں آتا۔

الامر کے معرف باللام ہونے پر معہود کے تلاش کرنے میں بھی حد کر دی ہے۔

ع

اندھے کو اندھیرے میں کیا دُور کی سُوجھی

یعنی جن کو اولی الامر بنایا وہ مہاجر اور جن کے حق میں آیت اُتری وہ انصار، یہ بن گئی حکومتِ خاص۔ شاید ایسے ہی ربط پر کسی منچلے نے کہا تھا:۔

ے

چہ خوش گفتہ است سعدی در زلیخا

الا یا ایّھا السّاقی ادر کاسًا وناولھا

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو امر کے معنی نہیں آتے اور اپنی کتابوں پر نظر نہیں کی ورنہ یوں پریشان نہ ہوتے۔

لیجئے! ہم عرض کر دیتے ہیں کہ یہاں امر بمعنی سمت اور طریقہ ہے۔

فلیحذر الّذین یخالفون عن امرہٖ ای عن سمتہ و طریقتہ فی افعالہ وقال تعالیٰ وما امر فرعون برشید والمراد فعلہ وطریقتہ وقال تعالیٰ وامرھم شوریٰ بینھم ای افعالھم وقال تعالیٰ تنازعتم فی الامر ای فیما تقدّمون علیہ من الفعل وقال تعالیٰ قل انّ الامر کلّہ للہ المراد الشّان والفعل۔ (اصول سرخسی ص۱۱ ج۔۱۔ مطبوعہ مصر)

کہ ان تمام آیات میں امر سے مراد طریقہ اور فعل ہے۔ مگر موجودہ امام صاحب امرھم سے حکومت مراد لے رہے ہیں اور ان کے بزرگ امرھم کا مطلب ان کے افعال اور جملہ کام لے رہے ہیں۔ یہاں نہ تو کوئی معہود مقرر ہے نہ حکومت سے مطلب ہے۔

امر بمعنی قضا

قال اللہ یدبّر الامر من السّمآء الی الارض و قال تعالی الا لہ الخلق و الامر۔ کہ ان دونوں آیتوں میں امر بمعنی قضاء خداوندی ہے۔

امر بمعنی دین

و منہا الدّین قال اللہ تعالی حتّٰی جآء الحقّ وظہر امر اللہ کہ حق آیا اور دینِ خدا ظاہر ہوا۔

امر بمعنی قول

و منہا القول قال اللہ تعالی یتنازعون بینہم امرھم کہ وہ باہم اپنے قول میں تنازعہ کرتے ہیں۔

امر بمعنی قیامت

و منہا القیامۃ قال اللہ تعالی اتی امر اللہ۔ اللہ کا

امر آیا یعنی قیامت یہاں عند الشیعہ ظہور صاحب الامر مراد ہے۔

امر بمعنی عذاب

فما اغنت عنہم الٰہتہم یدعون من دون اللہ من شیئٍ و لمّا جآء امر ربّک وما زادوھم غیر تتبیت۔
جب آیا تیرے رب کا عذاب ان کے معبود بچا نہ سکے۔ یہاں امر بمعنی عذاب ہے۔

امر بمعنی گناہ

قال تعالی فذاقت وبال امرھا۔ اس نے اپنے گناہ کا وبال چکھ لیا۔

امر بمعنی کلّ شیئ

قل انّ الامر کلّہ للہِ۔ کہ تحقیق ہر امر اللہ کے لئے ہے۔

امر سے مُراد صیغہ امر

انّما امرہٗ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون و کما قال اللہ تعالی انّما قولنا لشیئٍ اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون کہ امرِ خدا کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ جب کسی چیز کو کُن کہنا چاہتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ ہیں امر کے مختلف معانی جن میں سے ایک بھی امام صاحب کی معہود و حکومت پر فٹ نہیں آتے اور نہ ہی کسی مفسر نے یہ معنی لکھے ہیں۔ ہم

دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اولی الامر کی تفسیر میں خلافت ثلاثہ کا ذکر کوئی شخص اپنے مسلّمات میں بھی حدیث مرفوع متصل میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زبانی نہیں دکھلا سکے گا۔ رہے صحابہ اور تابعین کے اقوال سو باہم متعارض ہیں۔ کسی نے امرا اور کسی نے علماء مراد لئے ہیں۔ کلبی نے بخیال خویش بعض بزرگوں کے نام تو لئے مگر ساتھ عبداللہ بن مسعود کا بھی نام لے دیا۔ تفسیر در منثور ص۱۷۷ جلد ۲۔ اور عکرمہ نے تو صرف شیخین پر ہی کفایت کی ہے ختنین کا نام ہی نہیں لیا۔ دُرِ منثور ص۱۷۷ جلد ۲۔ عبداللہ بن عباس سے دو قول مروی ہیں اوّل کہ عبداللہ بن حذافہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ دوم کہ اولی الامر سے مراد اہل العلم ہیں، دُرِ منثور ص۱۷۷ جلد ۲۔

یہاں بزرگوں کے اپنے اپنے قیاسات ہیں مگر ہمارا مطالبہ صرف حدیث مرفوع متصل کا ہے کہ حضور پُر نور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس آیت کی تفسیر میں کیا فرمایا۔ کیونکہ اولی الامر کے معنی میں تنازعہ ہے اور عند التنازعہ صرف اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللّٰہ والرّسول اور یہی قوم امام ابو حنیفہ کا ہے کہ اذجاء عن النبی فعلی الرّاس والعین (تفسیر مظہری ص۱۵۳ جلد ۲۔ النساء) کہ جب کوئی حکم رسالت مآبؐ سے آئے تو سر اور آنکھوں پر ہے

اِنکشاف اصل حقیقت اُولی الامر

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝ (پ۵ س نساء)

اَے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسولؐ کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں۔ پس اگر تمہارا کسی چیز میں تنازعہ

ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسولؐ کی طرف لوٹا دو۔ اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر ہے اور تمہاری اپنی تاویلوں سے بہت ہی اچھا ہے یا بلحاظ انجام اچھا ہے۔

آیت ہٰذا میں اصولِ خمسہ شیعہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مذہبِ شیعہ کے پانچوں اصول بیان فرمائے ہیں۔

اوّل :۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ اور تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ سے توحید۔

دوم :۔ رَسُوْلَ اللّٰہِ اور اولو الامر کو حکم بالعدل ان تحکموا بالعدل سے عدل

سوم :۔ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے نبوّت

چہارم :۔ اُوْلِی الْاَمْرِ سے امامت

پنجم :۔ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ سے قیامت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

اور اس آیت میں مومنین کو تین حکم فرمائے گئے ہیں :۔

اوّل :۔ اطاعتِ خداوند تعالیٰ جلّ شانہٗ

دوم :۔ اطاعتِ پیغمبر اور اُولی الامر

سوم :۔ عند الاختلاف رجوع الی الکتاب والسنّۃ

اطاعتِ اُولی الامر

خداوند تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا علیحدہ حکم دیا اور اُولی الامر اور رسول اللہ کی اطاعت کو بحکم واحد جمع فرمایا۔ لہٰذا دونوں کی اطاعت مطلق واجب ہوئی۔ چونکہ ایک ہی لفظ اَطیعوا الرّسول اور اولی الامر دونوں کیلئے مستعمل ہوا ہے۔ لہٰذا معانی میں بھی مختلف نہیں ہوگا۔ کیونکہ علاّمہ زمخشری تفسیر

کشاف صـ۹۰۲ جلد۲ میں فرماتے ہیں :-

لانّ اللّفظ الواحد لا یصّح استعماله فی حالۃ واحدۃ علی معنیین مختلفین کہ ایک ہی لفظ کا استعمال ایک ہی حالت میں دو مختلف معنی پر نہیں ہو سکے گا۔ پس معلوم ہوا کہ اولی الامر کی اطاعت بلا قید و شرط مطلق طور پر مثلِ رسولؐ واجب ہے اور غیر معصوم کی اطاعت مطلق طور پر بلا قید ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اُولی الامر سے مُراد معصومین ہیں۔

جیسا کہ ہمارے برادرانِ اسلام کی مشہور تفسیر کبیر صـ۲۴۳ جلد۲ پر ہے

انّ اللہ تعالیٰ امر بطاعۃ اولی الامر علی سبیل الجزم فی ھٰذہ الاٰیۃ ومن امر اللہ بطاعتہ علی سبیل الجزم والقطع لا بدّ ان یکون معصوماً عن الخطاء ــــــــــــــــ

اذ لو لم یکن معصوماً عن الخطاء کان بتقدیر اقدامہ علی الخطاء یکون قد امر اللہ بمتابعتہ فیکون ذالک امر الفعل ذالک الخطاء والخطاء لکونہ خطاء منھی عنہ فھذا یفضی الی اجتماع الامر والنھی فی الفعل الواحد بالاعتبار الواحد و انّہ محال فثبّت انّ اللہ تعالیٰ امر بطاعۃ اولی الامر علی سبیل الجزم وجب ان یکون معصوماً عن الخطا فثبت قطعاً ان اولی الامر المذکور فی ھٰذہ الاٰیۃ لابدّ ان یکون معصوماً۔

تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اولی الامر کی اطاعت کا پختہ طور پر حکم دیا ہے۔ اور جس کی اطاعت کا خداوند تعالیٰ قطعی طور پر حکم کرے اس کا خطاء سے معصوم ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر وہ معصوم عن الخطاء نہیں ہوگا تو اس کی خطا کے وقت بھی بامرِ خدا اس کی متابعت کرنی پڑے گی۔ تو اس کا یہ مطلب ہو جائے گا کہ خدا نے اس خطا کے کرنے کا حکم دیا ہے حالانکہ خطا بحیثیت خطا ہمیشہ منھی عنہ ہے یعنی اس کے کرنے سے منع کیا گیا ہے تو اس کا نتیجہ یہ

نکلے گا کہ ایک ہی فعل میں باعتبارِ واحد امر اور نہی جمع ہو جائیں گے اور یہ محال ہے

پس ثابت ہوا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا قطعی حکم دیا ہے اور اس کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ پس اس صغریٰ اور کبریٰ کے ملانے سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلا کہ وہ اولی الامر جو اس آیت میں مذکور ہیں، معصوم ہیں الخ

چونکہ عصمت سوائے آئمہ اہل بیت کے غیر میں پائی نہیں جاتی بالاتفاق۔ پس معلوم ہوا کہ اولی الامر سے مراد آئمہ معصومین ہیں اور یہی رسولِ خدا اور آئمہ طاہرین سے منقول ہے۔ چنانچہ تفسیر صافی صـ۱۰۸ خلاصہ منہج الصادقین صـ۱۱۸ تفسیر عمدۃ البیان جلد۲ صـ۲۴۱

• عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال لمّا نزلت ھٰذہ الاٰیۃ قلت رسول اللہ عرفنا اللہ ورسولہ فمن اولو الامر الّذین قرنھم اللہ طاعتھم بطاعتک فقال ھم خلفائی یا جابر وائمّۃ المسلمین من بعدی اوّلھم علی ابن ابی طالب ثمّ الحسن ثمّ الحسین ثمّ علی بن الحسین ثمّ محمّد بن علی المعروف فی التوراتہ بالباقرؑ ستدرکہ یا جابر فاذا لقیتہ فاقرئہ منّی السّلام ثمّ الصّادق جعفر بن محمّد ثمّ موسیٰؑ بن جعفرؑ ثمّ علیؑ بن موسیٰؑ ثمّ محمّدؑ بن علیؑ ثم علیؑ بن محمّدؑ ثمّ الحسنؑ بن علیؑ ثمّ سمیی محمّد وکنیتی حجّۃ اللہ فی ارضہ وبقیہ فی عبادہ ابن الحسن بن علی ذاک الّذی یفتح اللہ علی یدیہ مشارق الارض ومغاربھا ذاک الّذی یغیب عن شیعتہ واولیآئہ غیبتہ لایثبت فیھا علی القول بامامتہ الا من امتحن اللہ قلبہ للایمان قال جابر فقلت لہ یا رسول اللہ فھل لشیعتہ الانتفاع بہ فی غیبتہ فقال ای والّذی بعثنی بالنّبوۃ انّھم یستضیئون

بنورہٖ ویتنفعون بولایتہ فی غیبتہٖ کانتفاع النّاس بالشّمس وان تجلا ھا سحاب یا جابر ھذا امر مکتون سرّ اللہ و مخزون علم اللہ فاکتمہ الاعن اھلہٖ۔

جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں خدا کو اور رسول کو تو جانتا ہوں مگر اولی الامر کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔ فرمایا کہ اے جابر وہ میرے خلفاء ہیں اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ اوّل ان کا علیؑ بن ابی طالب ہے اور بعد اس کے حسنؑ ہے اور بعد اسکے حسینؑ ہے اور بعد اس کے علیؑ ابن حسینؑ ہے اور بعد اس کے محمدؑ بن علیؑ ہے کہ توریت میں وہ باقر مشہور ہے۔ اور تو اس کو پائے گا۔ اور جس وقت تو اس کو دیکھے گا تو میرا سلام اس کو پہنچانا۔ بعد اس کے رسولِ خدا نے باقی کے آئمہ معصومین حضرت جعفرؑ بن محمدؑ پھر موسیٰؑ بن جعفرؑ پھر علیؑ بن موسیٰؑ پھر محمدؑ بن علیؑ پھر علیؑ بن محمدؑ پھر حسنؑ بن علیؑ معصومینؑ ہر ایک کا نام فرمایا۔ یہاں تک کہ جس وقت حضرت صاحب العصر والزّمان کے نام پہ پہنچے تو فرمایا کہ نام میرا اس کا نام ہوگا۔ اور کنیت اس کی کنیت میری ہوگی۔ اور وہ حجّت خدا ہے زمین خدا میں اور بیٹا حسنؑ بن علیؑ کا ہے۔ اور وہ شخص ہے کہ فتح کرے گا خدا اس کے ہاتھوں مشارق اور مغارب زمین کو۔ اور غائب ہوگا وہ اپنے شیعوں سے اور دوستوں سے یہاں تک کہ بسبب درازئ مدّت کے کوئی تصدیق اس کی امامت کی نہ کرے گا مگر وہ شخص کہ امتحان کیا ہے۔ خدا نے دل اس کے کو واسطے ایمان کے جابر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ شیعوں کو ان کی غیبت میں کچھ ان سے فائدہ ہوگا۔ فرمایا قسم ہے خدا کی کہ جس نے مجھ کو پیغمبر کرکے بھیجا ہے۔ شیعہ اس کے نور سے روشنی پائیں گے اور فائدہ حاصل کریں گے اس کی خلافت سے اس کی غیبت میں جیسے کہ فائدہ پاتے ہیں آدمی آفتاب سے

اگرچہ زیرِ ابر ہوتا ہے جابر وہ سرّ مکتون خدا اور مخزن اس کے علم کا ہے اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کو اپنے دل میں نگاہ رکھ اور کسی کے روبرو اس کو بیان مت کر مگر ان لوگوں سے کہ جو اس کے اہل ہیں۔

اور امیر المؤمنین سے بھی تفسیر صافی ص۱۰۸ میں یہی منقول ہے و فی العلل عن امیر المؤمنینؑ قال لاطاعۃ لمن عصی اللہ وانّما الطّاعۃ للہ و لرسولہ ولولاۃ الامر انّما امرًا لہ بطاعۃ الرّسول لانّہٗ معصوم مطھّر لایامر بمعصیۃٍ و انّما امر بطاعۃ اولی الامر لانّھم مطھّرون لایأمرون بمعصیۃ۔ کہ امیر المؤمنینؑ نے فرمایا کہ خدا کے نافرمان کی کوئی اطاعت نہیں۔ اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسولؐ اور والیانِ امر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کی اطاعت کا حکم اس لئے فرمایا کہ وہ معصوم و مطہر ہے معصیت کا حکم نہیں کرے گا اور اولی الامر کی اطاعت کے حکم کا بھی یہی راز ہے کہ وہ بھی معصوم اور مطہر ہیں۔ کبھی گناہ کا حکم نہیں دیں گے پس معلوم ہوا کہ جس سے گناہ کے حکم کا امکان ہے اس کی اطاعت واجب نہیں ہو سکتی۔

اور یہی کتب اہل السنّت والجماعت میں لکھا ہے۔ چنانچہ حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ اسی کی مؤیّد ہیں۔

قال رسول اللہ انّی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلّوا بعدی احدھما اعظم من الاٰخر کتاب اللہ عزّ وجلّ ممدود من السّماء الی الارض و عترتی اھل بیتی ولن یفترقا حتّٰی یردا علی الحوض۔ (ترمذی ص۶۳۶، مشکوٰۃ ص۵۶۸)۔

کہ حضورؐ نے فرمایا تحقیق میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑتا ہوں اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ ایک ان میں

سے بڑی ہے دوسری سے کتاب آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی رسّی ہے۔ اور میری عترت اور میرے اہل بیت علیہم السلام۔

وفی روایة صحیحة انّی تارک فیکم لن تضلّوا ان اتبعتموهما وهما کتاب الله واهل بیت عترتی زاد الطبرانی انّی سألت ذالك لهما فلا تقدّموا هما فتهلکوا ولا تقصروا عنهما فتهلکوا ولا اتعلموهم فانهم اعلم منکم۔ (صواعق محرقه ص۸۹)

کہ روایت صحیحہ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو امر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان کی تابعداری کی تو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہوؤ گے اور وہ دونوں اللہ کی کتاب اور میری عترت اور اہل بیت ہیں اور طبرانی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے یہ ان کیلئے مانگ کر لیا ہے پس تم ان سے آگے نہ بڑھنا ہلاک ہو جاؤ گے، اور ان سے کوتاہی نہ کرنا تمہاری ہلاکت کا موجب ہوگی۔ اور ان کو علم نہ سکھلانا وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور علامہ ابنِ حجر نے ان حدیثوں کو لکھنے کے بعد اسی ص۸۹ پر صاف فرمایا ہے:-

والحاصل انّ البحث وقع علی التّمسك بالکتاب وبالسنة وبالعلماء بهما من اهل البیت ویستفاد من مجموعه ذالك بقاء الامور الثلاثة الی قیام السّاعة۔ کہ حاصل ان تمام حدیثوں کا یہ ہے کہ کتاب و سُنّت اور اہل بیت میں سے علماء کے ساتھ تمسک کرنے پر تاکید کی گئی ہے۔ لیجئے یہ ہے اصل اولی الامر جن کی طاعت کا خُدا اور رسُول کے حکم میں معلوم ہوتا ہے کہ جب امام صاحب لکھنے بیٹھتے ہیں تو لوازمات مضمون قلّتِ علم یا ضعفِ دماغ کی وجہ سے مستحضر فی الذہن نہیں رکھتے ورنہ اتنا تو بچے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ غیر معصوم کی اطاعت کیا، اور اگر اہل بیت معاذاللہ غیر معصوم ہوتے تو ان کی اطاعت کا حکم کیوں دیا جاتا اور ان کو

قرینِ قرآن کیوں فرمایا جاتا۔

عصمتِ اہلبیت

حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ اور عدم افتراق علیؑ اور قرآن اور معیت بالحق اور آیۃ تطہیر اور صلوٰۃ بر آلِ محمدؐ سے ظاہر ہے اور اولی الامر کی تفسیر میں آئمہ اہلبیت کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے آئمہ معصومین مراد ہیں۔ مگر ہمارے برادرانِ اسلام کا اس مفہوم میں کسی معنی پر بھی اتفاق نہیں۔ بعض نے امراءِ لشکر مراد لئے ہیں۔ اکثر سلاطین، بادشاہوں اور حکام کی طرف گئے اور بعض نے اہلِ فتویٰ مراد لئے۔ اور فخر الدین تفسیر کبیر میں اولی الامر کی عصمت کا معترف ہونیکے بعد اربابِ حل وعقد کی طرف گیا، سچ ہے:-

شد پریشان خواب اواز کثرتِ تعبیرہا

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ

پس اگر تم کسی چیز میں تنازعہ کرو۔ چونکہ شیئ مطلق ہے۔ لہٰذا جس شئے میں بھی تنازعہ ہوگا۔ اس کو اللہ اور رسولؐ کی طرف لوٹانا ضروری ہے پس پہلا تنازعہ اور اختلاف امرِ خلافت میں ہوا۔ لہٰذا اس کا فیصلہ صرف قرآن اور حدیث سے ہی کرایا جائے گا۔ اجماع شوریٰ اس میں فیصل نہیں ہو سکتا پس جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہم نے لوٹایا تو شاہدٌ منه کی آیت نظر آئی۔ کہ حضرت کا شاہد آپ کا جزہی آپ کا تالی اور بلافصل خلیفہ ہوگا۔ اور جب حدیث کی طرف نظر کی تو حدیث من کنت مولیٰ نظر آئی۔ پس حکومتِ شوریٰ کی ضرورت ہی نہ رہی۔

نہج البلاغت سے جناب امیر کے خط سے استشہاد کا جواب

رہا جناب امیر علیہ السلام کے خط سے استشہاد کہ اِنَّہٗ بَایَعَنِی الْقَوْمُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰی مَا بَایَعُوْھُمْ عَلَیْہِ فَلَمْ یَکُنْ لِلشَّاھِدِ اَنْ یَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ یَّرُدَّ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَسَمَّوْہُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِکَ لِلّٰہِ رِضًی فَاِنْ خَرَجَ عَنْ اَمْرِھِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْبِدْعَۃٍ رَدُّوْہُ اِلٰی مَا خَرَجَ مِنْہُ فَاِنْ اَبٰی قَاتَلُوْہُ عَلٰی اِتِّبَاعِہٖ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَوَلَّاہُ اللّٰہُ مَا تَوَلّٰی۔

وَلَعَمْرِیْ۔ یَا مُعَاوِیَۃُ لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِکَ دُوْنَ ھَوَاکَ لَتَجِدَنِّیْ اَبْرَاَ النَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ، وَلَتَعْلَمَنَّ اِنِّیْ کُنْتُ فِیْ عُزْلَۃٍ عَنْہُ، اِلَّا اَنْ تَتَجَنّٰی فَتَجَنَّ مَا بَدَا لَکَ وَالسَّلَامُ۔ (نہج البلاغہ ص۳۶۷ ط بیروت)

سو فن جدل اور کُتبِ تاریخ سے عدم واقفیت کی بنا پر ہے ورنہ شارحین نہج البلاغتہ کے اس کو الزامی کہنے کی وجہ سے ہی اس کی خود بخود معلوم ہو جاتی اور یہ کہنا کہ امیر معاویہ کا اس بات پر کوئی عقیدہ نہیں تھا۔ یہ بات ان کے بیان مسلم سے نہیں تھی۔ بلکہ وہ تو کہتے تھے کہ خلافت کی مدار تمام مسلمانوں کے مشورہ اور رضامندی پر ہے۔ ان کے نزدیک مہاجرین اور انصار کی کوئی تخصیص نہیں اور حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ وجہٗ حضرت امیر معاویہ کے نظریہ کی تردید فرما رہے تھے۔ (الفاروق ص۳۳)

۱۵ اکتوبر، یکم نومبر، صرف خام خیالی اور کُتب تاریخ پر نظر نہ ہونیکی وجہ ہے۔ ورنہ کُتبِ تاریخ میں یہ پوری خط و کتابت ترتیب وار درج ہے کہ

حضرت علیؑ نے کیا لکھا اور اس کے جواب میں امیرِ شام نے کیا لکھا تھا۔ قیاسات کی ضرورت ہی نہیں! لیجئے عقد الفرید ص۱۰۶ جلد سوم مطبوعہ مصر اس خط کی ابتدا یوں لکھی ہے:۔

کتب علی الی معاویہ بعد وقعۃ الجمل سلام علیک اما بعد فان بیعتی بالمدینۃ لزمتك وانت بالشام لانہ بایعنی الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان علی ما بایعو ھم علیہ الخ

حضرت علی علیہ السّلام نے امیر معاویہ کو واقعہ جمل کے بعد یہ خط لکھا کہ سلام علیک اما بعد پس تحقیق میری بیعت جو مدینہ میں ہوئی ہے تجھ کو لازم ہوگئی ہے۔ حالانکہ تُو شام میں ہے۔ کیونکہ تیرے لئے اس کی لازم کرنے والی دلیل موجود ہے۔ یہ کہ میری انہیں لوگوں نے بیعت کی ہے، جنہوں نے حضرت ابوبکرہ اور حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ کی تھی، اسی طریقہ پر جس پر ان کی تھی۔ الخ

اب دیکھئے اس میں لزوم کا لفظ بھی ہے اور الزامی دلیل بھی نقل ہے۔ اب ذرا امیر معاویہ کا جواب سُن لیجئے جو اس نے لکھا تھا چنانچہ عقد الفرید کے اسی ص۱۰۶ پر آگے اس کا یہ جواب موجود ہے:۔

جناب امیر علیہ السّلام کے خط کا جواب

از:۔ امیرِ شام

فکتب الیہ معاویۃ السّلام علیك ۔ امّا بعد فلعمری لوبایعك الّذین ذکرت وانت بریّ من دم عثمان لکنت کابی بکر وعمر وعثمان و لکنّك اغریت بدم عثمان و لحذلت الانصار فاطاعك الجاھل وقوی بك الضّعیف وقد ابی اھل الشام الا قتالك حتّی تدفع الیھم قتلۃ

عثمان فان فعلت کانت شوریٰ بین المسلمین وانّما کان الحجازیون هم الحکام علی النّاس والحقّ فیهم فلمّا فارقوہ کان الحکّام علی النّاس اهل الشام واعمری ما حجّتك علی اهل الشام کحجتك علی اهل البصرۃ ولا حجتك علی کحجتك علی طلحۃ والزّبیر کانا بایعاك فلم ابایعك انا فاما فضلك فی الاسلام وقرابتك من رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلّم فلست ادفعہ۔ (عقد الفرید ص۱۰۶ جلد دوم)

ترجمہ:۔ پس معاویہ نے آپ کی طرف یہ خط لکھا۔ السّلام علیک مجھے اپنی عمر کی قسم۔ اگر تیری سچ مچ اُن لوگوں نے بیعت کر لی ہے جن کا تُو نے ذکر کیا اور تیرا خون عثمان سے بھی دامن پاک ہے۔ تو البتہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان کی مثل ہو گیا۔ لیکن ہمارے نہ ماننے کی وجہ یہ ہے کہ تو نے خونِ حضرت عثمان پہ لوگوں کو اُبھارا اور ان کے انصار کو ذلیل کیا۔ پس تیری جاہل نے اطاعت کی اور تیری وجہ سے کمزور قوی ہو گئے۔ اس بنا پر اہلِ شام اب سوائے جنگ کے کچھ منظور نہیں کرتے۔ پس پہلے آپ قاتلانِ عثمان کو اہلِ شام کے حوالے کیجئے۔ آپ کے یہ کرنے کے بعد پھر مسلمانوں کے درمیان شوریٰ ہو گا۔ اور سوائے اس کے نہیں کہ پہلے بیشک اہلِ حجاز ہی لوگوں کے حاکم ہوا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت حق ان کے درمیان تھا۔ پس جب وہ حق چھوڑ گئے تو اب لوگوں پر اہلِ شام حاکم ہیں اور میری حیاتی کی قسم اہلِ شام پہ آپ کی وہ حجت نہیں چل سکتی جو اہلِ بصرہ پہ آپ نے چلائی، اور مجھ پر حضرت طلحہ اور حضرت زبیر والی حجت نہیں چل سکتی کیونکہ وہ دونوں تو آپ کی بیعت کر چکے تھے۔ میں نے تو ابھی بیعت کی ہی نہیں۔ اور رہی آپ کی فضیلت فی الاسلام اور رسولؐ سے قرابت اس کو میں اُٹھا نہیں سکتا الخ

لیجئے! یہ ہے امیرِ شام کا جواب جس میں الزامی دلیل سے قائل ہو کر دوسری راہ نکالی گئی ہے۔ اور یہ بھی تسلیم ہے کہ اُس وقت اہلِ حجاز ہی مختار تھے

مگر اب وہ بات نہیں رہی اب اہلِ شام حاکم ہیں یہ کہیں نہیں لکھا کہ میں اس قاعدہ کو سرے سے مانتا ہی نہیں۔ اور جناب امیر کے پہلے خط میں لفظ لزوم بھی موجود ہے۔

جنابِ امیر علیہ السّلام کا خط دوم جواب الجواب در جوابِ دلیلِ دوم

فکتب الیہ علی امّا بعد فقد اتانا کتابك کتاب امری لیس لہ بصر یهدیہ ولا قائد یرشدہ دعاہ الھوی فاجابہ وقادہ فاتبعہ زعمت انّك انّما افسد علیك بیعتی خفری بعثمان ولعمری ما کنت الّا رجلا من المهاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا وما کان اللّٰہ لیجمعهم علی ضلالۃ ولا یمصوبهم بالعمی وما امرت فلزمتنی خطیئۃ الامر ولا قتلت فاخاف علی نفسی قصاص القاتل واما قولك ان اهل الشام هم حکام اهل الحجاز فهات رجلاً من قریش الشّام یقبل فی الشوریٰ او تحل لہ الخلافۃ فان سمیت کذبك المهاجرون والانصار ونحن ماتیك بہ من قریش الحجاز واما قولك ادفع الی قتلۃ عثمان فما انت وذاك وههنا بنو عثمان وهم اولیٰ بذالك منك فان زعمت انّك اقوی علی طلب دم عثمان منهم فارجع الی البیعۃ الّتی لزمتك وحاکم القوم الیّ واما تمیز لك بین اهل الشام والبصرۃ وبینك وبین طلحۃ والزّبیر فلعمری فما الامر هناك الا واحد لانّها بیعۃ عامۃ لا یتاتی فیها النظر ولا مبتا نفسفیها الخیار واما قرابتی من الرّسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم وقدمی فی الاسلام فلو استطعت دفعہ لدفعتہ۔

پس علی علیہ السلام نے دوسرا جوابی خط بایں الفاظ لکھا کہ اما بعد آپ کا خط موصول ہوا مگر وہ ایک ایسے آدمی کا خط معلوم ہوتا ہے جس کو چشمِ بینائی رہنمائی نہ کرتی ہو اور نہ ہی کوئی رہنما راہ دکھلاتا ہے۔ بلکہ وہ خواہشات کے پیرو کار اور اس کی قیادت میں چلنے والے آدمی کا خط معلوم ہوتا ہے اور تیرا یہ زعم کہ میری بیعت کو تجھ پر میری حضرت عثمان سے عہد شکنی نے فاسد کر دیا ہے غلط ہے۔ مجھے میری حیاتی کی قسم تو اس وقت منجملہ مہاجرین کے ایک آدمی تھا جو ان کا حال تھا وہی میرا تھا۔ جہاں وہ گئے میں بھی گیا اور جہاں سے وہ واپس ہٹ آئے میں بھی واپس پھر آیا، ان سب کو تو اللہ تعالیٰ نے گمراہ نہیں کر دیا تھا نہ سب سے چشمِ بصیرت چھین لی تھی اور نہ میں نے حکم قتل دیا کہ اس معاملہ کی خطا صرف مجھ پر عائد ہو جائے اور نہ قاتل ہوں کہ مجھے قصاص کا ڈر ہو رہا ہو۔ آپکا یہ کہنا کہ اب اہلِ شام اہلِ حجاز پر حاکم نہیں پس ایک آدمی تو قریشیانِ شام سے پیش کیجئے جو شوریٰ میں حسبِ دستور قابلِ قبول ہو یا خلافت کا استحقاق رکھتا ہو پس اگر تم کسی آدمی کا نام لو گے تو مہاجر اور انصار خود ہی تمہاری تکذیب کر دیں گے میری ضرورت ہی نہیں۔ اگر ہمیں کہو تو ہم حجاز کے قریش سے ایسا آدمی پیش کرنے کو تیار ہیں جس میں یہ تمام صلاحیتیں موجود ہوں۔ اور رہا آپ کا یہ کہنا کہ قاتلانِ عثمان کو میرے حوالے کر دیا جائے۔ پس آپ کا اس سے کیا واسطہ۔ یہاں فرزندانِ عثمان خود موجود ہیں۔ وہ آپ سے اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ تو پہلے میری اس بیعت کو تسلیم کر جو تم پر تمہارے ہی مسلمات سے لازم ہوتی ہے۔ پھر میرے سامنے قوم سے محاکمہ کرو میں فیصلہ کروں گا۔ رہا آپ کا اہلِ شام اور اہلِ بصرہ تمہارے اور طلحہ زبیر کے درمیان امتیاز کرنا تو یہ بھی غلط ہے۔ پس مجھے میری عمر کی قسم کہ معاملہ واحد ہے۔ کیونکہ بیعت عامہ میں نہ کسی کو نظر و فکر کی گنجائش ہے نہ نئے اختیار کی۔ اور میری قرابت رسولؐ اللہ سے میرا قدم فی الاسلام اس کو بھی تم اگر دفع کر سکتے ہو تو کرنا۔ مگر

تمہارے بس کی بات نہیں۔ یہ سلسلہ خط و کتابت کافی طویل ہے۔ بغرضِ اختصار صرف دو خط نقل کر دیئے گئے ہیں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ موجودہ امام صاحب کو اس سلسلہ کا علم ہی نہیں کہ یہ خط کس سلسلہ کی کڑی ہے اور یہ حجت الزامی تھی یا تحقیقی۔ اور اس الزام سے ملزم ہونے کے بعد امیرِ شام نے دوسرا کیا عذر پیش کیا تھا۔ اور جناب امیر علیہ السّلام نے اس کا کیا جواب دیا تھا۔ اس تمام خط و کتابت کا مسلسل مطالعہ کر لیا جائے تو از ابتداء تا انتہا تمام خلافتوں میں جناب امیر کا اختلاف اور مجبوریاں سب سامنے آجاتی ہیں اور تمام مغالطے دُور ہو جاتے ہیں اور ناسخ التواریخ ص۲۳ جلد سوم سے عبارت نقل کی گئی ہے اس کا جواب بھی جناب امیر علیہ السّلام کے مکتوب ثانی میں آچکا ہے کہ اہلِ شام کے قریش سے ایک آدمی تو پیش کرو جو اہلِ حجاز پر حکومت کا حق رکھتا ہے جس کی تفصیل خطِ اوّل میں آچکی ہے۔ دیکھو عقد الفرید ص۱۰۶ جلد دوم۔

واعلم انّك من الطّلقاء الّذين لا تحلّ لهم الخلافة ولا يدخلون فی الشّوریٰ۔

کہ تُو ان طلقاء سے ہے جو مجبوراً اسلام میں داخل ہوئے ان کیلئے نہ خلافت حلال ہے اور نہ وہ شوریٰ میں داخل ہونے کا حق رکھتے ہیں۔ شاید مدعیوں کو یہ علم نہیں کہ ان تمام واقعات کا ماخذ وہی ضابطہ ہے جو خلفاء ثلاثہ کے وقت میں تیار ہو چکا تھا۔ اور جس پہ آج تک عملدر آمد ہو رہا تھا۔ اور آج جناب امیر علیہ السّلام بھی اسی ضابطہ کی دفعات سے امیرِ شام کو الزام دے رہے ہیں ورنہ آپ تو اس بات کے مدعی ہیں کہ اہلِ بیت کی خلافت کتاب و سُنّت سے ثابت ہے۔ دیکھو نہج البلاغۃ ص۸ جلد دوم

وان تنازعتم فی شیءٍ فردّوه الی الله والرّسول فردّه الی الله ان نحکم بکتابه و ردّه الی الرّسول ان ناخذ بسنّته فاذا حکم بالصّدق فی کتاب الله فنحن احقّ النّاس به وان حکم بسنّة رسول الله فنحن

اد لا ھم بہ۔

یعنی اگر تمہارے مابین کسی بات پر تنازعہ ہو تو اسے خدا اور رسولؐ کی طرف لوٹا دو۔ پس نزاع و دشمنی میں خدا کی جانب رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس کی کتاب کو مانیں۔ اور رسولؐ کی جانب رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم سنّتِ رسولؐ کو پیشِ نظر رکھیں۔ پس اگر کتابِ الٰہی سے سچائی کے ساتھ فیصلہ کیا جائے تو ہم تمام لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہیں۔ اور اگر سنّتِ رسولِ خداؐ کو پیشِ نظر رکھ کر حکم دیا جائے تو اس کے حقدار ہم ہی ثابت ہوں گے۔

سُبحان اللہ! جناب امیر علیہ السّلام نے مقامِ جدل میں لوگوں کو ہر طرح پہ الزام دیا۔ وقت طلبِ قرطاس و قلم لوگوں نے سنّت سے کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا۔ پھر کتاب و سنّت کی بجائے اربابِ حل و عقد کے اجماع و شوریٰ کی طرف گئے۔ جب امیر علیہ السّلام نے اسی ضابطۂ شوریٰ سے الزام دیا تو خونِ حضرت عثمان کا بہانہ درمیان میں لایا گیا۔ لیکن جب امیر علیہ السلام نے اس سے بھی اپنی بریّت ثابت کر دی تو بغاوت پر اُتر آئے۔ لیکن جب آپ نے بغاوت کو فرو کرنے کے لئے تلوار سے کام لیا تو پھر نیزوں پر وہی قرآن شریف بلند ہو گئے۔ لیکن جب قرآن مجید کو حکم تسلیم کیا گیا تو حکم بالقرآن کی بجائے سیاسی چالوں سے کام لیا گیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری صحابیٔ رسولؐ کو فریب دیا گیا۔ یہ ہے پوری حقیقت حقانیّتِ امیر المؤمنین کہ ہر دلیل میں ان کا ہی صدق ظاہر ہوا۔

اور دوم ناسخ التواریخ ص۲۳۵ سطر۱۱ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے ناقل صاحب اس کو بھی نہیں سمجھے، اس سے بھی ان کا مدعا نہیں نکلتا۔ مثلاً وہ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ معاویہ کے نزدیک مہاجر اور انصار کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ خلافت کی مدار تمام مسلمانوں کے مشورہ پر تھی۔ (الفاروق ص۳۲)

اور جو عبارت اُنہوں نے نقل کی ہے اس میں ہے۔ معاویہ گفت جماعتی از مہاجر و انصار در نزدِ من حاضر اند و ہیچ یک دریں امر داخل نہ شدند و تصدیق نہ کردند۔

کہ معاویہ نے کہا کہ ایک جماعت مہاجر و انصار کی میرے پاس بھی موجود ہے جس نے حضرت علیؑ علیہ السلام کی بیعت نہیں کی۔ لیجئے اس عبارت سے کہاں نکلتا ہے کہ مہاجر و انصار کی تخصیص سے معاویہ نے انکار کیا اور تمام مسلمانوں کا حق ثابت کیا۔ وہ تو دلیل دے رہے ہیں کہ علی علیہ السّلام کا یہ استدلال کہ میری مہاجر و انصار نے بیعت کی ہے، صحیح نہیں۔ کیونکہ تمام مہاجر و انصار ان کی خلافت پر جمع نہیں۔ کیونکہ میرے پاس بھی ان کی ایک خاص جماعت موجود ہے اس کا جواب علی علیہ السّلام نے دیا کہ اس ضابطہ کی جو عہدِ سقیفہ کی یادگار ہے، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شوریٰ کا حق صرف ان مہاجرین اور انصار کو ہے جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، اور وہ سب میری بیعت کر چکے ہیں۔ لہٰذا آپ کا یہ عُذر بھی خام ہے۔ لیجئے نہ امیرِ شام نے تخصیصِ مہاجرین کا انکار کیا نہ امیر المومنین نے اس کا جواب دیا۔ نہ معلوم ضعفِ دماغ بندہ کو کہاں سے کہاں لے جاتا ہے۔ شاید علمائے کرام نے عرصہ دو سال سے الفاروق کو اسی لئے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ دیکھو علماءِ کرام کی خدمت میں گذارش ص۳۱ الفاروق بابت ۱۵؍ نومبر کا مفہوم کہ اس رسالہ میں علمی بات شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ سب امام صاحب کے اپنے ہی جوڑ توڑ ہوتے ہیں جن کی نہ سند نہ شاہد اور وقتِ تنقید اُلٹا باعثِ خجالت ہو جاتے ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عدم بیعت بخلیفہ اوّل کا اقرار از مدیر الفاروق ص۳۴ بلاوجہ اور بے تعلّق حضرت سعد بن عبادہ کا ذکر چھیڑ کر مدیر الفاروق نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے بیعت

خلیفہ اوّل نہ کی تھی، نہ اس کی ضرورت تھی۔ یہ تو تسلیم کر لیا کہ ان کی بیعت کے بغیر ہی خلیفہ صاحب خلیفہ بن سکتے ہیں۔ مگر اس کا کیا جواب ہے کہ اگر اُنہوں نے بیعت نہ کی تو وہ مُنکرِ خلافت ہوئے۔ آپ نے الفاروق ص۴۲ پر لکھا ہے کہ آخر میں خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عُمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے مُنکر کو فاسق کا لقب عطا کیا ہے۔ اگر محققینِ زمانہ کے واسطے یہ انعام کافی ہے تو ذرا سمجھ کے لکھیئے کہ کیا آپ نے عالمِ غیر شعوری میں خدا کے ایک پاک بندے سیّد الانصار صحابیٔ رسُولؐ پر حملہ تو نہیں کر دیا۔ اگر کر دیا ہے تو آپ کی امانت کے یہی معنی ہیں کہ صحابۂ رسُولؐ پر بھی معاذ اللہ فتاویٰ عائد کئے جا رہے ہیں سچ ہے۔

ع گر ہمیں مکتب است و ایں مُلّاں کارِ طفلاں تمام خواہد شُد

ذکرِ بیعتِ علیؓ بخلیفہ اوّل

بیعتِ علیؓ کی بھی خوب کہی حالانکہ قرآنی دلائل خلافت کے ضمن میں اختلافِ صحابہ کے ذکر کی ضرورت نہ تھی نہ ہی بیعتِ علیؓ کے ذکر کی حاجت تھی صرف آیت کی تفسیر تک رہنا چاہیئے تھا۔ مگر ان مدعیانِ بے تحقیق کو بلا تعریض آرام کہاں اختلافیات کو بیان کئے بغیر گذارہ کہاں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ کتبِ تاریخ گواہ ہیں کہ حضرت علیؓ نے پہلے روز دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر کی یہاں بیعت کر لی تھی۔ دیکھو تاریخ الامم والملوک ص۴۷۷

یہ روایت بجائے دوم کے تاریخ طبری جلد سوم ص۲۰۴ پر ہے۔ قارئین کرام کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ امام صاحب شاید کسی مطبع وغیرہ کی وجہ سے غلطی کھا گئے ہیں یا بوجہ ضعیف یاد نہیں رہا۔

تنقید اسناد روایت

اس روایت کی سند یہ ہے:-

حدثنا عبید اللہ بن سعید قال اخبرنی عمی قال اخبرنی سیف عن عبد العزیز بن سیاہ عن حبیب بن ابی ثابت قال کان علی فی بیتہ الخ

لیجئے اس کا پہلا راوی عبید اللہ بن سعید ہے جس کی کنیت ابو مسلم ہے جو اعمش کا قائد تھا۔ اس کی نسبت میزان الاعتدال ص۱۶۷ جلد دوم وعندہ احادیث موضوعۃ کا کہ اس کے پاس موضوع حدیثیں ہیں۔ قال البخاری فی حدیثہ نظر۔ امام بخاری نے کہا اس کی حدیث میں نظر ہے اور اس کی مُنکر روایات سے حدیث لا یتقدّم الصّف الاوّل اور اس نے اپنے چچا سے روایت کی اور وہ مجہول ہے اور اس نے سیف سے روایت کی اور اس سیف سے مراد سیف بن عمر الضبی الاسدی یا مصنّف فتوح ادارہ ہے اس کی کیفیت میزان الاعتدال ص۴۳۱ میں لکھی ہے۔

قال ابو داوٗد لیس بشیئٍ و قال ابو حاتم متروک و قال ابن حبان اتّہم بالزندقۃ۔

کہا ابو داوٗد نے یہ راوی کچھ نہیں ہے اور ابو حاتم نے اس کو متروک الحدیث فرمایا اور ابن حبان نے فرمایا اس پر زندیق ہونے کا اتہام لگایا گیا ہے۔

یہ تو ہے امام صاحب کی نقل فرمودہ روایت کا اسنادی حال کہ روایت ہی ضعیف الاسناد ہے۔

دوم:- بخاری مسلم کی مشہور روایت کے خلاف ہے لہٰذا عند التعارض ساقط ہو گی۔

سوم:- امام صاحب نے تاریخ طبری سے بیعت امیر المومنینؑ کی ضعیف

روایت تو نقل کر دی مگر کیفیتِ بیعت کی روایت نقل نہ کی ۔ لیجئے اسی طبری اسی جلد صفحہ ۱۹۸ ج ۳ پر ہے :۔

حدثنا ابن حمید قال حدثنا جریر عن مغیرة عن زیاد بن کلیب قال اتی عمر بن الخطاب منزل علی و فیه طلحة و الزبیر و رجال من المهاجرین فقال واللہ لاحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعة فخرج علیه الزبیر مصلتا بالسیف فعثر فسقط السیف من یده فوثبوا علیه فاخذوه۔

کہ زیاد بن کلیب نے کہا کہ حضرت عمر حضرت علی علیہ السلام کے گھر آئے اور اس وقت اس میں طلحہ اور زبیر اور کچھ مہاجرین تشریف فرما تھے پس آکر کہا۔ کہ خدا کی قسم میں تم پر مکان جلا دوں گا یا نکل کر بیعت کرو ۔ پس حضرت زبیر تلوار کھینچ کر باہر آئے اور ان کا پاؤں پھسل گیا۔ تلوار ہاتھ سے رگر گئی ۔ پس لوگوں نے ان کو کود کر پکڑ لیا ۔ اس کی مزید تفصیل دیکھنی ہو تو قرۃ العینین اور ازالۃ الخفاء صفحہ ۵۶ جلد دوم مطبوعہ کراچی میں خاتم المحدثین نے اسکی صحت پر حکم عائد کیا ہوا ہے لہٰذا کسی غیر محدث کی جرح معنے ندارد ۔

چہارم:۔ امیر شام نے اسی مکتوب کے جواب الجواب میں اس بیعت کا حال بھی کھول دیا تھا :۔ انت فی کلّ ذالك نفاذ كما يقاد البعير المخشوش حتّٰی تبایع و انت کاره ۔ (دیکھو عقد الفرید صفحہ ۱۰۷ جلد ۳) ۔

کہ تجھ کو باقی مثل شتر مہاری کھینچا گیا تب جا کر کہیں تُو نے بیعت کی حالانکہ کراہت بدستور تھی ۔ حضرات یہ ہے روایت کا ضعف اور بیعت کی کیفیّت اور روایت کراہت اور احراق ۔

تطبیق روایات پر نظر

برادرانِ اسلام کے نام نہاد و امام روز حاضرہ نے خواہ مخواہ شق بندی

کر کے بات کو بڑھا لیا ہے ۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ حکومتیں جمہور کی مقتیں اور اہل بیت حزبِ مخالف کی پوزیشن میں تھے ۔ خروج اور بغاوت کی نہیں اور حق بیانی سے رُکے نہیں لہٰذا کراہت گئی نہیں لڑائی کی نہیں ۔ چنانچہ ایک فرضی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ چھ ماہ بعد جو بیعت ہوئی تھی وہ بیعت ثانیہ تھی ۔ الخ ۔ الفاروق صفحہ ۳۵

اس کی بھی تفصیل نہیں لکھی کہ بیعت اوّل کے بعد انقباض اور علیحدگی اہل بیت کی کیا وجہ تھی ؟ اور چھ ماہ بعد وہ کیسے رفع ہوئی ۔ اور دُوسرا حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدر الدین عینی کے نام تو لے دیئے مگر حوالہ ندارد کہ کس جلد میں ہے اور صفحہ کیا ہے ۔ اس کی تحقیق تو ہم بعد حوالہ کر دیں گے ۔

مگر لیجئے ہم حافظ بدر الدین عینی کی شرح صحیح بخاری صفحہ ۳۳۳ مطبوعہ مصر جلد ۸ سے اس کی تردید لکھتے ہیں ۔ ۶ ماہ تک بیعت بالکل ہوئی ہی نہیں

قوله تلك الاشهر وهی الاشهر الستة وقال المازری العذر لعلی رضی اللہ عنه فی تخلفه مع ما اعتذر هو به انّه يكفی فی بيعته الامام ان يقع من احاد اهل الحل والعقد ولا يجب الاستعياب ولا يلزم كل احد ان يحضر عنده و يضع يده فی يده بل يكفی المبرم طاعته والانقياد له بان لا يخالفه ولا يشق العصاء عليه وهذا كان حال علی رضی اللہ عنه ولم يقع منه الا التاخر عن الحضور عند ابی بكر۔

کہ چھ ماہ حضرت علی علیہ السلام نے بیعت نہیں کی اور مازری نے کہا کہ عدم اور تخلف میں حضرت علیؓ کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے بیعتِ امام میں بعض ارباب حل و عقد کا ہی بیعت کر لینا کافی سمجھا ہو ہر شکل کی حاضری کو امام کے پاس ضروری نہ سمجھا اور ہاتھ میں ہاتھ رکھنا بھی ضروری نہ سمجھا بلکہ اتنی تسلیم کو ہی کافی سمجھا کہ کوئی شخص مخالفت نہ کرے اور تفریق بین المسلمین پیدا نہ کرے اور

یہی حال حضرت علی علیہ السّلام کا تھا کہ صرف حاضر ہو کر بیعت نہیں کی ، ورنہ منکر نہیں تھے ۔

اس روایت سے چھ ماہ کیلئے عدم بیعت اور غیر حاضری علی صاف ظاہر ہے۔ یہاں نہ بیعت اوّل کا ذکر ہے نہ ثانی کا - یہ ہے امام صاحب کی تحقیق کا حال - لہذا آیت اولی الامر کی تشریح سے ثابت ہوا کہ اولی الامر سے مراد آئمہ اثنا عشر معصوم بارہ امام حضرت علیؑ ، حسنؑ ، حسینؑ ، زین العابدینؑ ، محمد باقرؑ ، جعفر صادقؑ ، موسیٰ کاظمؑ ، علی رضاؑ ، محمد تقیؑ ، علی نقیؑ ، حسن عسکریؑ ، امام مہدی علیہم السّلام ہیں - ان پر خدا کا درود و سلام ہے انہی پر مسلمانوں کی امامت تمام ہے یہی معصوم ہیں یہی امام ہیں یہی خلفاء ہیں یہی وارثانِ کتاب اللہ ہیں ، یہی آیۂ ولایت کے مصداق ہیں ، یہی آلِ محمدؐ ہیں یہی اہلبیت ہیں - انہی کی تابعداری کیلئے حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ وارد ہوئی ہیں اِنہی کی محبّت واجب اور ان ہی کی اطاعت بعد رسولِ کریمؐ واجب ہے -

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

یارب مرا بدہ دریں خجستہ سفر
ہزار نصرت و شادی ہزار فتح و ظفر
بحق سہ محمدؐ و بحق چہار علیؑ
بدو حسنؑ و حسینؑ و موسیٰؑ و جعفرؑ

(۴)

خلافتِ ابوبکر از قمی کا جواب

آپ نے جو تفسیر قمی ص۶۸۷ سے انّ ابابکر یلی الخلافۃ من بعدی نقل فرمائی ہے یہ خبر ہے نص نہیں - خبر ہر اچھی بُری چیز کی دی جا سکتی ہے - مگر نص ہمیشہ حکم شرعی پر ہوتی ہے اسی لئے اس کا اظہار حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مکروہ سمجھا اور اس کے اظہار پر قمیؒ میں وعید لعن تک موجود ہے جو آپ کے کسی مُلّاں نے بخوف انکشاف حقیقت اس عبارت کے اخیر سے نقل نہیں فرمائی اور آپ کی تفسیر دل میں بھی انکار اظہار مکروہ لکھا ہے ۔

چنانچہ سُورۃ تحریم کا نزُول اسی باب میں ہوا ہے - لہذا اگر یہ نص ہوتی تو حضرت ابوبکر اجتماعی خلیفہ نہ ہوتے نصی ہوتے - نص کی موجودگی میں اجماع اور شوریٰ کی ضرورت نہیں - دوسرا حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ نے اس کو سقیفہ میں پیش نہیں کیا - تیسرا حضرت عمرؓ نے لم یستخلف رسول اللہ کہ رسولؐ اللہ نے کسی کو خلیفہ بنایا ہی نہیں کہہ کر اس کی حقیقت کھول دی - دیکھئے صحیح مسلم ص۱۲۰ جلد ۲

اگر خبر کو نص بنایا جائے تو بڑی مشکل ہو گی - کیونکہ بارہ خلفاء والی حدیث میں جمہور اہلِ سُنّت کے نزدیک یزید چھٹا خلیفہ ہے لہٰذا اس پر بھی نص ہو گی ۔

لفظ یلی الخلافت میں یلی فعل ہے جس کے فاعل خود شیخین ہیں یعنی خود والی بن گئے - نہ کہ فاعل اللہ اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں - جنہوں

نے ان کو والی بنایا۔

اس قسم کے والی بننے کی خبر تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بنی امیّہ کی نسبت دی ہے۔ دیکھئے ترمذی شریف ص۵۵۸ مطبوعہ احمدی تفسیر سورۂ کوثر۔

عن یوسف ابن سعد قال قام رجل الی الحسن بن علیؑ بعد ما بایع معاویہ فقال سوّدت وجوہ المؤمنین فقال لا تؤنبنی رحمک اللہ فانّ النبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم اری بنی امیّۃ علی منبر فساءہ ذالک فنزلت انّا اعطینٰک الکوثر یا محمّد یعنی نھرًا فی الجنّۃ ونزلت انّا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیرٌ من الف شھرٍ یملکھا بعدک بنو امیّۃ یا محمّد قال القاسم فعددناھا فاذا ھی الف شھر لا یزید یومًا ولا تنقص۔

یوسف ابن سعد سے روایت ہے کہ ایک شخص ناہنجار نے جناب حسن علیہ السلام کو وقتِ صلح با معاویہ یہ کہا کہ آپ نے تو مومنین کو روسیاہ کر دیا ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ تجھ پر رحم کرے مجھے ملامت نہ کر یہ امر شدنی تھا۔ کیونکہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیّہ آپ کے منبر پر ہیں۔ یہ بات آپ کو بُری معلوم ہوئی۔ پس اُسی وقت انّا اعطینٰک الکوثر نازل ہوئی۔ اے محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہم آپ کو کوثر یعنی جنّت میں نہر عطا فرمائیں گے۔ اور انّا انزلناہ فی لیلۃ القدر بھی نازل ہوئی۔ یعنی اے محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ کی ایک رات لیلۃ القدر ہزار مہینہ سے افضل ہے۔ جس ہزار مہینہ کے بنی امیّہ مالک ہوں گے آپ کے بعد قاسم نے کہا۔ ہم نے جب شمار کیا تو خلافت پورے ہزار مہینہ ہوئی

نہ دن کم ہوا نہ زیادہ۔

یہ بنی اُمیّہ کے مالکِ خلافت ہونے کی ایک خبر ہے اور وہ بھی ایک خبر ہے نہ یہ نص ہے نہ وہ نص ہے۔ اگر وہ نص ہوتی تو اس کا اظہار کیوں مکرُوہ سمجھتے کیونکہ نص کا چھپانا منع ہے۔ یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ کے نزول پر ذرا خطبہ غدیر کی تبلیغ اپنی کتب تفسیر میں دیکھئے پھر توازن فرمائیے کہ نص اور خبر میں کیا فرق ہوتا ہے۔ تفصیل کیلئے "فتوحاتِ شیعہ" سے مناظرہ کوٹ سماہیم سے منگوا کر پڑھیئے۔

بیعتِ علی علیہ السّلام با ابوبکر کی تحقیق اور تنقید

آپ نے احتجاج طبرسی ص۵۳ سے تناول ید ابی بکر فبایعہ نقل فرما کر حضرت علیؑ علیہ السّلام کا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی برضا و رغبت بیعت کرنا ثابت کرنا چاہا۔ مگر سوال یہ ہے کہ آپ نے احتجاج کی پوری عبارت کیوں نہ نقل فرمائی۔ تاکہ حقیقت خود بخود ہی کھُل جاتی ہمیں تکلیف ہی نہ کرنی پڑتی۔ مگر بے نماز مُلّاں تقربوا الصّلوٰۃ کی پوری آیت پڑھیں تو ترکِ نماز کا بہانہ کیسے ملے لیجئے ہم عرض کئے دیتے ہیں۔

اَلْجَوَابُ

یہ اسی روایت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو برائے بیعت بُلایا گیا۔ مگر آپ نہ آئے اور حضرت ابوبکر کے امیر المومنین علیہ السلام اور خلیفہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا انکار کیا اور اس کے بعد حضرت ثانی غضب میں آئے اور قنفذ کو مع فوج بھیجا اور قنفذ بھی حضرت فاطمۃ الزہرا کے استغاثہ اور احترام خانہ سیّدہ کے

پیشِ نظر واپس آگیا۔ اور دوبارہ فوج آگ اور لکڑیاں لیکر دروازۂ سیّدہؑ پر گئی اور جناب سیّدہؑ نے فریاد کی مگر غیر مؤثر ثابت ہوئی۔ پھر علیؑ کا فوج کی معیّت میں حاضر ہونے کا ذکر ہے۔ اور قتل کی دھمکیاں موجود ہیں اور تلواروں کے سایہ میں طلبِ بیعت کا مطالبہ ہے۔ جناب امیر علیہ السّلام کا یہ کہنا کہ اگر آج چالیس مرد میرے ساتھ ہوتے تو جہاد کرتا۔ اور تمام دلائل بیان کرنے کے بعد یہ الفاظ ہیں کہ:۔

ثمّ نادیٰ قبل ان یبایع یا ابن ام انّ القوم استضعفونی

وکادوا ان یقتلونی ثمّ تناول ید ابی بکر فبایعہ۔

پھر جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اُونچی آواز سے یُوں پکارا "اے میرے بھائی قوم نے مجھے ضعیف اور کمزور کر دیا۔ قریب ہے کہ مجھ کو قتل کر دیں" یہ کہہ کر حضرت ابُو بکر کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی۔

اب فرمائیے کہ یہ روایت صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو اس سے تو اُلٹا ظلم اور جبر ثابت ہوتا ہے۔ خانہ جناب سیّدہ کی بے احترامی ثابت ہے۔ آگ اور لکڑیاں لے جانا ثابت ہوتا ہے۔ علی المرتضیٰ شیرِ خدا کو مجبوراً لے جانا ثابت ہوتا ہے، قتل تک نوبت ثابت ہوتی ہے اور یہ بیعت ان مجبُوریوں کے بعد ثابت ہوتی ہے۔

آپ توان بزرگوں کو
اِن مظالم سے بری کرنیکی بجائے اُلٹا پھنسا بیٹھے

اَب فرمائیے! جن سے اہل بیت پر ظلم ثابت ہوں اُن کو شیعہ کیسے مانیں؟ اگر غلط ہے تو آپ نے پیش کیوں کی اور اس کا ایک ٹکڑا سند کیوں گردانا یا اس روایت کو غلط تسلیم کرو جیسا کہ احتجاج کے اسی صہ۲۹ کے حاشیہ پہ لکھا ہے کہ

خواجہ ابو جعفر قمّی گفت کہ امیر المومنین علیہ السّلام بیعت نہ کرد۔ نہ ابو بکر را نہ عمر را و ایشاں از و بخاموشی راضی شدند کہ حضرت علی علیہ السّلام نے نہ ابو بکر کی بیعت کی نہ عُمر کی۔ اپنے دلائل بیان کرکے خاموش ہو گئے اور وہ خاموشی پہ ہی راضی ہو گئے۔

اب لیجئے! ہمارے نزدیک تو تحقیقی بات عدم بیعت ہے۔ اب اگر اس روایت سے استدلال کرنے کا شوق ہو تو پہلے اس روایت کو سچّا مان کر ان اُمور کا ارتکاب کرنا تسلیم کر لیجئے تاکہ قصہ ہی پاک ہو جائے ورنہ استدلال چھوڑ دیئے۔ جو راستہ قریب ہو تجویز فرما کر دوبارہ لکھیئے تاکہ مزید مفصل کچھ عرض کیا جائے۔ اگر ہم اس روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں تو ان کے مظالم ماننے پڑتے ہیں اگر سچّا نہیں مانتے تو لفظ بیعت بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔ الغرض۔

اگر جناب امیر علیہ السّلام بیعت کرتے

تو مُسلم شریف میں .... یہ کیوں ہوتا ؟؟؟

لم یبایع ثلاث الاشھر۔ کہ جب تک جناب فاطمۃ الزہرا زندہ رہیں۔

(صحیح مسلم جلد دوم صہ۹۱)

(۱) اب فرمائیے چھ مہینوں میں حضرت علی علیہ السّلام کی غلطی تھی کہ خواہ مخواہ امامِ حق کی بیعت سے منحرف رہے یا وہ امام حق نہ تھے کہ ضرورت بیعت ہوتی۔

(۲) اگر حضرت علی علیہ السّلام بیعت کر لیتے تو اُن کے دروازہ پر آگ اور لکڑیوں کی کیا ضرورت تھی؟ جیسا کہ آپ کی بے شمار کُتب میں موجود ہے۔

دیکھئے ازالۃ الخلفاء شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین، عقد الفرید، تاریخ طبری، تاریخ کامل اور مروج الذہب۔

اگر خیال ہو کہ یہ روایت صحیح نہیں تو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جو کہ خاتم المحدثین بھی ہیں ان سے دریافت کریں۔ جنہوں نے ازالۃ الخفاء پر بسند صحیح لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو تمام نقل کر دوں گا۔

اَب فرمائیے!

اگر آپ کی کتابوں کے یہ حوالے صحیح ہیں تو ہمارا کیا قصور ہے؟ اگر غلط ہیں تو غلط ہونے کی وجہ بتائیے۔ اور آپ کے ایک لفظ بلا سیاق و سباق نقل کردہ کی صحت کا معیار کیا ہے۔ لہٰذا برضا و رغبت کوئی بیعت بخلافت، راشدہ شیخین نہیں ہوئی۔

عدم جنگ کا عہد یا عدم خروج پر مصالحت اور چیز ہے۔ اگر خیال ہو کہ علیؑ شیرِ خدا تھے، مجبور کیسے ہو گئے۔ تو یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھئے کہ جب آپ کے ساتھ فرشتے بھی تھے، علی شیرِ خدا اور حضرت حمزہ بھی تھے، حضرت عمر بھی تھے اور اللہ بھی تھا تو

رات ہی رات ہجرت کیوں کی

غار میں کیوں چھپے؟ آپ کے گلے میں عقبہ بن ابی معیط نے کپڑا کیسے ڈال لیا کہ آپ کے آنسو باہر آ گئے۔ آپ ایسے مظلوم کیوں بنے؟

اگر کہو کہ حکم خدا تھا کہ صبر کرو تو جناب امیر علیہ السلام کو بھی ایسا ہی حکم تھا کہ صبر کرنا۔ جیسا کہ آپ کی کتاب مدارج النبوۃ صفحہ ۵۵۵ جلد دوم میں حضرت کی

آخری وصیت موجود ہے اور آئمہ جور کے مقابلہ میں حکم صبر دیکھنا ہو تو صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۱۳۹ میں دیکھئے فما جوابکم فھو جوابنا۔

نمازِ خلفِ ابی بکر

والی روایت بھی ایسی ہی ہے اس میں بھی قتل علیؑ کی تجویز کا ذکر ہے کہ علیؑ اُس دن اس راز کو کھولنے کے واسطے گئے۔

آپ ثابت تو کرنا چاہتے ہیں کہ وہ علی علیہ السلام کے ساتھ شیر و شکر تھے۔ اور روایات ایسی پیش کرتے ہیں جن سے قاتل ثابت ہوں۔ کچھ سمجھ کر تو پیش کرو۔ ایسی غلط دلیلیں پیش کرتے وقت شرم محسوس نہیں ہوتی؟ یا یہ خیال ہے کہ کسی کو سیاق و سباق کا کیا پتہ نہ صاحب! یا تو پیش نہ کرو ورنہ ہم تو پوری پوری روایات نقل کر کے پردہ چاک کر دیں گے۔ یا تو تجویزِ قتلِ علیؑ کو صحیح مانو یا اس روایت کو غلط تسلیم کرو۔

باقی اس روایت سے حضرت علی علیہ السلام کا ابوبکر کی اقتدا میں نماز باجماعت پڑھنا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ لفظ "خلف" عموماً وہاں آتا ہے جہاں اقتداء نہ ہو۔ کوئی شخص اپنی تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے آگے یونہی کھڑے ہوں یا پڑے ہوں۔ چنانچہ:۔

بُخاری شریف باب الصّلوٰۃ خلف النّائم دیکھئے

یا باب الصّلوٰۃ خلف المرأۃ کہ عورت اور سونیوالے کے پیچھے نماز پڑھنے کا بیان پھر فرمائیے کہ یہ "عورت" اور "سونے والا" امام تھا یا یونہی پڑا تھا فما جوابکم فھو جوابنا

شرح فقہ اکبر سے صلّوا خلف کل برّ و فاجر پڑھئے اور اپنی مستند کتاب سنن کبریٰ بیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۳ پر

انّ الحسن والحسین یصلّیان خلف مروان سمجھائیے اور ہماری فروع کافی سے باب الصّلوٰۃ خلف من لا یقتدی بھی پڑھیئے۔

قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کے لئے نماز باجماعت یا اقتداء کیلئے لفظ "مع" آتا ہے جیساکہ قرآن کریم میں ہے

وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ ٥

اگر ہمّت ہو تو کسی کتاب سے

صلّی علیؑ مع ابوبکر دکھائیے :-

(۵)

تفسیر آیہ اُولی الامر پر نظرِ ثانی

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ (پارہ ۵ سورہ النساء)۔

حضرات! آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ بعض مدعیانِ بے تحقیق آیۂ اُولی الامر کی تفسیر میں ہمارے پیش کردہ حقائق کا جواب نہیں دے سکے۔ بچوں کی طرح اُولی الامر کی نحوی ترکیب اور مفرادت کی لغوی تحقیق میں عوام کو اُلجھا کر دم کٹی کرنا چاہتے ہیں دلائل تو کجا دعویٰ تک یاد نہیں رہا حالانکہ بات سیدھی ہے۔

ایمانداروں پر تین ہستیوں کی اطاعت واجب ہے، اللہ، رسولؐ، اولی الامر اور عند التنازعہ رجوع صرف اللہ اور رسولؐ ہی کی طرف ہو سکتا ہے۔ کیونکہ احکام کے ماخذ صرف دو ہیں، قرآن اور حدیث۔

جیساکہ ارشادِ باری تعالےٰ ہے :-

تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ۔ لہٰذا اولی الامر کا تقرر خدا و رسولؐ کی نص کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اجماع و شوریٰ ختم شد اور مدعیوں کا یہی دعویٰ تھا جو توڑ نہ چڑھ سکا۔ اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ پر ہمارے سوال کا جواب ندارد۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اولی الامر وہ ہے جس کو خدا اور

رسولؐ مقرر کریں۔ معصوم عن الخطاء ہو اور علم قرآن و حدیث میں راسخون فی العلم کا درجہ رکھتا ہو تاکہ تاویل قرآن شریف و حدیث میں اس کا قول سند ہو، اس کی حدیث حدیث رسولؐ کہلا سکتی ہو۔ مانا کہ امر بمعنی حکم ہے مگر اس اولی الامر کو حکم دینے کا مجاز کس نے بنا دیا؟ سوائے اللہ و رسولؐ کے۔ حد ہو گئی امرائے لشکر کا تقرر تو نص سے ہوتا رہا واجب الاطاعت اولی الامر شوریٰ سے مقرر ہو رہا ہے ذرا جنگ موتہ میں امراء لشکر کے تقرر پر حضورؐ کی نص ملاحظہ فرمائیے کہ:-

استعمل علیھم زید بن حارثہ وقال ان اصیب زید جعفر بن ابی طالب علی الناس فان اصیب جعفر فعبد اللہ بن رواحہ علی الناس۔ (سیرۃ ابن ہشام ص۱۵ جلد۴)۔

کہ حضورؐ نے جنگِ موتہ میں پہلے زید بن حارثہ کو امیر لشکر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالب امیر ہو گا۔ اگر جعفر بھی شہید ہو جائے تو عبد اللہ بن رواحہ امیر ہو گا۔

سبحان اللہ امرائے لشکر کی نص تو یکے بعد دیگرے حضورؐ تین بار فرما چکے ہیں مگر خلفاء کی نص نہیں ہو سکتی؟ ان کا گذارہ صرف لکم یستخلف رسول اللہ پر ہے دیکھئے صحیح مسلم ص۱۲۰ جلد ۲۔ اور ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ایسے اولی الامر جو معصوم منصوص اور راسخون فی العلم ہونے کی حیثیت سے واجب الاطاعت اولی الامر ہیں وہ صرف آئمہ اہلبیت علیہم السلام ہیں۔

تعداد آئمہ علیہم السلام

عن مسروق قال کنا جلوسا عند عبد اللہ بن مسعود وھو یقرئنا القران فقال لہ رجل یا ابا عبد الرحمن ھل سألتم رسول اللہ کم یملك ھذہ الامۃ من خلیفۃ فقال عبد اللہ ما

ساءلنی عنھما احد منی قدمت العراق قبلك ثم قال نعم ولقد سألنا رسول اللہ فقال اثنی عشر کعدۃ نقباء بنی اسرائیل۔

(مسند احمد بن حنبل ص۲۹ ج ۲ و ص۱۲۸ ج ۲ و ص۸۹ ج ۵۔ صواعق محرقہ فصل ۳ باب ۱۔)

مسروق سے روایت ہے کہ ہم عبد اللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہم کو قرآن پڑھا رہے تھے اور ایک آدمی نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ اے ابو عبد الرحمن کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دریافت نہیں کیا تھا کہ اس امت کے مالک کتنے خلیفے ہوں گے۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا، عراق میں آج تک یہ مسئلہ مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا پھر فرمایا کہ ہاں ہم نے پوچھا تھا۔ جس پر حضورؐ نے فرمایا تھا کہ نقباء بنی اسرائیل کی تعداد پر بارہ خلیفے ہوں گے۔

لیجئے! حضورؐ کی زبانی تعداد بھی منصوص ہو گئی اور یہ حدیث صاف دلالت کرتی ہے کہ خلافت کا انحصار صرف بارہ خلفاء میں ہو گا اور وہ خلفاء بالنص ہوں گے۔ کیونکہ حضورؐ نے ان کی تشبیہ کعدۃ نقباء بنی اسرائیل میں نقباء بنی اسرائیل سے دی ہے اور وہ نقباء و خلفاء بالنص تھے جیسا کہ ارشادِ باری ہے وَلَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وَبَعَثْنَا مِنْھُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا۔ اور صحابہ کرام سوال بھی خلفاء منصوص کا ہی کر سکتے تھے۔ کیونکہ شوریٰ اور غلبہ کے امراء پر دین کی بنیاد کا دارومدار نہیں ہے اور سلاطین بلا نص کے سوال کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ تو بے شمار ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔ پس ظاہر ہوا کہ صحابہ کا یہ سوال خلفاء منصوص ہونے کا نہ کوئی قائل ہے اور نہ ان کا وجود ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہی بارہ آئمہ اہلبیتؑ ہیں اس کی تفصیل آیہ استخلاف میں ہے۔ قارئین کرام وہاں سے دیکھ لیں۔ لہذا اولی الامر وہی ہستیاں ہیں جن کے حق میں آیۂ تطہیر اور حدیث ثقلین، حدیث منزلت، حدیث ولایت وارد ہوئی ہیں۔ ان کا حکم حکم خدا ہے اور وہ راسخون

فی العلم ہیں کیونکہ وہ قرآن سے جُدا نہیں ہوتے اور قرآن ان سے جدا نہیں ہوتا۔ اور وہ قرآن کی تاویل پر جہاد کرنے کے مجاز ہیں۔ مشکوٰۃ ص۳۲۱ سے جو حدیث ولوا موھم امرء کی نقل کی گئی ہے وہ اصحاب جنگِ جمل کی ردّ میں ہے اور جو مشکوٰۃ ص۳۲۰ سے بحق حضرت ابُوذر نقل کی گئی ہے اس سے بھی امیر کے لئے نص کی ضرورت معلوم ہو رہی ہے۔ حضرت ابُوذر اس لئے حضورؐ سے نص کا سوال کر رہے ہیں کہ علیٰ ان لا ننازع الامر اھلہ سے مراد یہی امراء لشکر ہیں جو حضورؐ کی نص سے باہر مقرر ہو کر جاتے ہیں۔ حضرت نے بلا کفر ظاہر ان سے نہ لڑنے کیلئے بیعت کی تھی، اس سے شوریٰ اور اجماعی حکماء مراد نہیں۔

تعداد اطاعت کا فلسفہ

یہ نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت علیحدہ اس لئے ذکر کی گئی ہے کہ اصل الاصول صرف اطاعتِ خدا ہے کیونکہ حاکم اصل صرف وہی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:۔

(۱) وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ۔ پارہ ۲۵۔ شوریٰ

ترجمہ:۔ پس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے پس حکم اسکا طرف اللہ کے ہے۔

(۲) إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ۔ پارہ ۷۔ سورہ انعام

ترجمہ:۔ نہیں ہے حکم سوائے اللہ کے۔

(۳) وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔ پارہ ۱۶ سورہ الکہف

ترجمہ:۔ نہ شریک کر اس کی عبادت میں کسی کو۔

(۴) لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۔ پ۱۳ الرعد۔

ترجمہ:۔ یعنی جس کے حکم کے بعد تعاقب نہیں ہو سکتا وہ صرف ذاتِ باری ہے

(۵) وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۵ پ۶ مائدہ

مگر اولی الامر بارہ ہیں۔ باقی جو عمدۃ القاری ص۱۷۶ جلد ۱۸ سے حوالہ جات کی صحت کا ریکارڈ قائم کرتے ہوئے گیارہ اقوال کی نشاندہی کی گئی

ہے نہ معلوم یہ عمدۃ القاری کس مطبع کی ہے جس کی ۱۸ جلدیں ہیں یا کہاں سے نقل در نقل مارنے میں غلطی کی گئی ہے۔ حالانکہ عینی شرح صحیح بخاری عمدۃ القاری کی کُل تیرہ ۱۳ جلدیں ہیں اور یہ گیارہ اقوال در تفسیر اولی الامر اس کی جلد ۸ ص۵۵۴ مطبوعہ مصر باب اطیعوا اللہ واطیعوا الرّسول و اولی الامر منکم میں موجود ہے اور گیارہ کے گیارہ اقوال بھی صحابہ اور تابعین کے ہیں جو غیر معصوم ہیں۔ مگر ہم کو عند التنازعہ قولِ رسولؐ کی ضرورت ہے وہ لیس بموجود اور جن بزرگوں کے لئے کوشش ہو رہی ہے۔ اگر تحقیق اور تدقیق سے کام لیا جائے تو شاید ایک قول بھی اس پر صادق نہ آئے اور عکرمہ کا قول سند نہیں کیونکہ وہ خارجی ہے شیخین پر اکتفا کی وجہ صاف بتا رہی ہے کیونکہ خوارج حضرت عثمان اور حضرت علیؑ کے منکر ہیں۔

علاوہ اس کے اہلبیت نے ان بزرگوں کے امور سے اتفاق نہیں کیا۔ لہٰذا ہمارے لئے واجب الاطاعت نہ ہوئے۔ دیکھو حضرت علیؑ کا خلافت شیخین سے صحیح بخاری ص۱۰۰۹ ج۲ اور امرِ عثمان سے خلاف اور انکار جمع قرآن میں شفا قاضی عیاض ص۱۱ جلد دوم۔

(۶)

تفسیرِ آیۂ آغاز

آجکل بعض مدعیانِ بے تحقیق اپنے بزرگوں کی مدح کے بہانے قرآنی آیات میں غلط بیانی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ حتیٰ کہ تفسیر میں سلف صالحین تک کا تخطیہ ظاہر کرنے تک پہنچ گئے ہیں۔ چونکہ اس سے خطرۂ ضلالت عام اور گمراہی تام ہے لہٰذا اصلاح ضروری معلوم ہوئی تاکہ طالبانِ حق جادۂ مستقیم سے بھٹک نہ جائیں اور حقائقِ قرآنیہ سے محروم نہ رہ جائیں۔

آئیہ غار سورۂ توبہ کی مشہور آیت ہے۔ سورۂ توبہ کے دس نام ہیں۔ مشہور نام توبہ اور برأت ہیں۔ خازن ص۲۵

شرح اسماءِ سورۂ توبہ

آئیہ غار سورۂ توبہ کی مشہور آیت ہے اور سورۂ توبہ کے دس نام ہیں۔ توبہ اور برأت اس کے مشہور نام ہیں۔ بقول عبداللہ بن عمرؓ اس کو مقشقشہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں شقشقہ یعنی تبرا از نفاق مذکور ہے اور بقول عبداللہ بن عباسؓ اس کو فاضحہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں منافقین کی

رسوائی کے آیات کثیر ہیں اور بقول حضرت حذیفہ یمنی اس کا نام سورۃ العذاب ہے اور یہی مخزیہ ہے۔ کیونکہ اس میں منافقین کی رسوائی اور خواری موجود ہے اور مدمدمہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں منافقوں کی ہلاکت کا ذکر ہے اور یہی مشردہ ہے کہ اس کی وجہ سے منافقین کی جماعتوں میں انتشار آگیا۔

سعید ابنِ جبیر سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس سے روایت کی کہ اس کا نام سورۂ توبہ ہے۔ فرمایا کہ سورۂ فاضحہ کیونکہ اس کے منہم منہم کرکے جملہ منافقین کے اسرار فاش کر دیئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے ظن کیا کہ کوئی منافق باقی نہیں رہے گا جس کا اس میں ذکر نہ آئے۔ (تفسیر خازن ص۲۶ جلد سوم۔ فتح القدیر ص۳۱۶ جلد دوم)۔

یعنی یہ ایسی سورت کی آیت ہے جس میں منافقین کی کمزوریوں کا خصوصی ذکر ہے۔ اور رسوائی موجود ہے۔

تقرریِ امیر المومنینؑ برائے تبلیغ سورۂ برأت

عن ابی رافع رضی اللہ قال بعث رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ابابکر ببراۃ الی الموسم فنزل جبرائیل علیہ السّلام فقال انّہٗ لن یودیھا عنک الّا انت او رجل منک فبعث علیّا رضی اللہ عنہ علیٰ اثرہ حتّیٰ لحقہ بین مکّۃ والمدینۃ فاخذھا فقراءھا علی النّاس فی الموسم۔ (در منثور ص۲۱۰ جلد سوم۔ سیرۃ حلبیہ ص۳۳۳ جلد دوم۔ خصائص نسائی ص۲۵)۔

حضرت ابورافع سے روایت ہے کہ حضورؐ نے حضرت ابوبکر کو موسم حج میں سورۂ برأت دیکر بھیجا ہی تھا کہ جبرائیل امین نازل ہوئے کہ اس سورۃ کی تبلیغ آپ کی طرف سے نہیں کر سکتا مگر آپ یا کوئی آدمی جو آپ سے ہو۔

اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو حضرت ابوبکر کے پیچھے پیچھے بھیجا۔ حتیٰ کہ وہ آپ کو مکہ اور مدینہ کے درمیان جا کر مل گئے۔ پس ان سے سورۃ پکڑ لی اور اس کو لوگوں میں مقام حج پر پڑھا۔

۲۔ عن انس قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم براۃ مع ابی بکر ثم دعاہ فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی فدعا علیا فاعطاہ ایاھا۔ (ترمذی شریف ص۵۵۸، درمنثور ص۲۰۹ جلد سوم، خصائص امام نسائی ص۴۵)۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ براۃ ابوبکر کے ساتھ بھیجی پھر اس کو بلایا اور فرمایا کہ نہیں لائق ہے یہ کہ پہنچاوے میری طرف سے یہ سورۃ مگر کوئی مرد میرے اہل بیت سے، سو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو بلایا اور سورۃ اس کو دی۔

۳۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال لما نزلت عشر آیات من براۃ علی النبی دعا ابا بکر لیقراءھا علی اھل مکۃ ثم دعانی فقال لی ادرک ابا بکر فحیثما لقیتہ فخذ الکتاب منہ و رجع ابوبکر فقال یا رسول اللہ نزل فی شیئ قال لا ولکن جبرائیل جاءنی فقال لن یودی عنک الا انت او رجل منک۔

(تفسیر درمنثور ص۲۰۹ جلد سوم)

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب سورۃ براۃ کی دس آیات نازل ہوئیں تو حضورؐ نے حضرت ابوبکر کو بلایا کہ وہ جا کر اہل مکہ پر اس سورۃ کو پڑھیں۔ پھر مجھ کو بلایا اور فرمایا کہ ابوبکر کے پیچھے جا اور وہ جہاں بھی ملے اس سے مل کر سورۃ براۃ کی تحریر واپس لے۔ اور حضرت ابوبکر جب واپس آئے تو عرض کی یا رسول اللہ۔ کیا میرے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی۔ فرمایا نہیں لیکن جبرائیل آئے اور کہا کہ اس کو نہیں ادا کرے گا تیری طرف سے مگر تو یا

کوئی آدمی جو تجھ سے ہو۔

حضرت خلیفہ اوّل کا احساسِ غم از معزولی تبلیغ سورۃ براۃ

۴۔ عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعث ابا بکر ببراۃ الی اھل مکۃ ثم بعث علیا رضی اللہ عنہ علی اثرہ فاخذھا منہ فکان ابوبکر وجد فی نفسہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ابا بکر انہ لا یودی عنی الا انا او رجل منی۔ (درمنثور ص۲۰۹ جلد ۳۔ خصائص نسائی ص۴۶)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ تحقیق رسالتمآبؐ نے حضرت ابوبکر کو سورۃ براۃ دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا۔ پھر حضرت علیؑ کو ان کے پیچھے بھیج دیا۔ پس انہوں نے جا کر ان سے سورۃ براۃ لے لی۔ اس سے حضرت ابوبکر اپنے دل میں غمناک ہو گئے۔ پس حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکر! حکم الٰہی ہے کہ اس کو میری طرف سے یا میں ادا کروں یا کوئی آدمی جو مجھ سے ہو۔

غمناک واپسی اور فرمانِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۵۔ عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعث ببراۃ الی اھل مکۃ مع ابی بکر قال فلحقتہ واخذت الکتاب منہ قال فانصرف ابوبکر وھو کئیب قال یا رسول اللہ انزل فی شیئ قال لا الا انی امرت ان ابلغہ انا او رجل من اھل بیتی۔ (خصائص نسائی ص۲۶ مطبوعہ لاہور)۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ برأت ابوبکر کے ساتھ اہلِ مکہ کی طرف بھیجی۔ پھر ان کے پیچھے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا اور اس کو کہا تو اس سے یہ کتاب لے اور اس کو اہلِ مکہ کی طرف لے جا۔ علی علیہ السلام نے کہا کہ میں اس کو جا ملا اور اس سے وہ کتاب لے لی اور ابوبکر واپس آگئے اور وہ غمناک تھے، سو عرض کی کہ یا حضرت میرے حق میں وحی اُتری، فرمایا نہیں، مگر مجھ کو حکم ہوا ہے کہ وہ سورۃ میں پہنچاؤں یا کوئی مرد میرے اہل بیت سے پہنچائے گا۔

بغرضِ اختصار ان پانچ روایات سے حضرت ابوبکر کی بجائے جناب امیر علیہ السلام کا تقرر برائے تبلیغ برأت معلوم ہوا۔ یہ آپ کے خلیفہ بلافصل اور اولی الامر اور اہل بیت ہونے کی دلیل بھی ہے۔

ایک عذر لنگ کا جواب

بعض لوگ ان تصریحات واضح کے بعد یہ عذر کیا کرتے ہیں کہ یہ بنا بر رواجِ عرب تھا کہ اہلِ عرب عہد کرتے یا توڑتے وقت صرف صاحب عہد یا اس کی قوم کے کسی آدمی کا اعتبار کرتے تھے غیر کا اعتبار نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا گیا کہ وہ آپ کی قوم بنی ہاشم سے تھے برخلاف حضرت اوّل کے۔

الجواب

یہ عذر ناتمام ہے کیونکہ اگر رواج ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی واقف ہوتے جبرائیل امین کو بامرِ پروردگار یہ کام نہ کرنا پڑتا۔

کیونکہ حضورؐ رواجِ عرب سے خود اچھی طرح واقف تھے اور حضرت ابوبکر بھی واقف تھے، تمام صحابہ بھی واقف تھے، کسی نے اعتراض نہیں کیا بلکہ یہ تقرری اور معزولی بحکم پروردگار ہوئی اور لطف یہ کہ کفار نے بھی اعتراض نہیں کیا اور نہ کسی مرفوع حدیث میں موجود ہے۔

دوم

یہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر المومنین کی خصوصیت تھی اس میں دیگر بنی ہاشم بھی شریک نہ تھے جیسا کہ:

عن یحیی بن آدم السلولی قال قال رسول اللہ علی منی وانا منہ ولا یودی عنی الا انا او علی ۔ (مسند احمد بن حنبل ص۱۶۴ جلد۴)۔

کہ حضورؐ نے فرمایا علی علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں میری طرف سے نہیں پہنچائے گا مگر میں خود یا علیؑ۔ لہٰذا یہ عذر بھی خام ہے یہ دلیل خلافتِ علیؑ ہے۔ یہ حدیث نقل کردہ حوالہ جات کے علاوہ مسند احمد بن حنبل ص۱۶۴ جلد۴، کنز العمال ص۱۵۳ ج۔۶۔ مسند احمد بن حنبل ص۳ ج۔۱۔ کنز العمال ص۲۴۶ ج۱، مسند احمد بن حنبل ص۱۵۱ ج۱۔ کنز العمال ص۱۵۳ ج۱ مسند احمد بن حنبل ص۲۸۳ ج۳، کنز العمال ص۲۴۹ ج۱۔ مستدرک حاکم ص۵۱ ج۔۳ میں موجود ہے۔

شانِ نزول آیۂ غار

آیۂ غار غزوہ تبوک کی تیاری کے وقت ان منافقین کی ردّ میں نازل ہوئی جو حضورؐ کی نصرت سے تکاسل اور پہلو تہی کر رہے تھے جس کی تمہید یوں شروع ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پ۱۰ التوبہ)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیا ہے واسطے تمہارے جس وقت کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم بوجھل ہو جاتے ہو طرف زمین کی کہ راضی ہوتے تم آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی پر۔ حالانکہ دنیا کا فائدہ آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے۔ اگر تم راہِ جہاد میں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دردناک دے گا اور تمہارے بدلے تمہاری غیر قوم کو لے آوے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

حاشیہ قرآن مترجم از مولانا اشرف علی تھانوی ص۲۱۶ حاشیہ نمبر ۲ پر ہے کہ یہاں سے غزوہ تبوک کا بیان ہے۔ تبوک ایک مقام ہے ملکِ شام میں، رسول اللہ جب فتح مکہ، غزوہ حنین وغیرہ سے فارغ ہوئے تو آپ کو خبر معلوم ہوئی کہ روم کا بادشاہ مدینہ پر فوج بھیجنی چاہتا ہے، اور فوج تبوک میں جمع کی جاوے گی۔ آپ نے خود ہی قصدِ مقابلہ کے لئے سفر فرمایا۔ اور مسلمانوں میں اس کا اعلانِ عام کر دیا۔ چونکہ وہ زمانہ گرمی کی شدت کا تھا اور مسلمانوں کے پاس سامان بہت کم تھا اور سفر بھی دور دراز تھا، اس لئے اس غزوہ میں جانا بڑی ہمت کا کام تھا۔ اس لئے ان آیات میں اس کی بہت ترغیب دی گئی ہے اور چونکہ منافقین بوجہ عدم ایمان و عدم اخلاص کے اس میں طرح طرح کے بہانے پیش لائے اور ان کی طرح طرح کی قباحتیں ظاہر ہوئیں۔ اس لئے ان آیات میں اس پر بھی بہت تشنیع ہوئی ہے غرض آپ اس مقام تبوک تک تشریف لے جا کر لشکرِ نصاریٰ کے منتظر رہے مگر وہ

ایسے مرعوب ہوئے کہ ان کا حوصلہ نہ پڑا۔ اور آپ وہاں ایک عرصہ تک مقیم رہ کر خیر و عافیت کے ساتھ مدینہ منوّرہ میں تشریف لے آئے۔ اور یہ واقعہ رجب ۹ھ ہجری میں ہوا۔

تفسیر مظہری ص۲۰۶ جلد چہارم سورۃ التوبہ میں ہے کہ:-

یا ایہا الّذین اٰمنوا خطاب المومنین المقصّرین وجاز ان یکون عامًا للمنافقین ایضًا فانّھم قد اٰمنوا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم۔

کہ اس آیت میں یا ایّہا الّذین اٰمنو کا خطاب کوتاہی از جہاد کرنے والے مومنین سے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ خطابِ عام ہو منافقین کے واسطے۔ کیونکہ منہ سے ایمان کے دعویدار تو وہ بھی تھے، اگرچہ ان کے دل ایمان نہیں لائے تھے۔

یعنی آیت غار کی تمہیدی آیات مفسدین یا منافقین کے حق میں نازل ہوئی ہیں جو جنگِ تبوک سے کوتاہی اور اعتراض کر رہے تھے۔ جیش عسرت یا سفر تبوک رجب ۹ھ میں ہوا۔ یہ وہ سفر ہے جس میں منافقین کی قلعی کھلی اور امیر المومنین کو انت منّی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ کا خطاب عطا ہوا۔ صحیح بخاری ص۳۷ جلد ۵ مطبوعہ بمبئی غزوہ تبوک میں ہے

غزوۂ تبوک میں منزلتِ ہارونی برائے جنابِ امیرؑ

عن مصعب بن سعد عن ابیہ انّ رسول اللّٰہ خرج الی تبوک واستخلف علیًا قال اتخلفنی فی الصّبیان والنّساء قال الا ترضٰی ان تکون منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الّا

انّہ لا نبیّ بعدی۔

مصعب بن سعد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضورِ پُر نور صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم جب غزوہ تبوک کے لئے نکلے تو حضرت علی علیہ السّلام کو مدینہ میں خلیفہ بنا کر گئے۔

آپ نے عرض کی کہ حضور صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ مجھے بچّوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑ رہے ہیں۔ فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تُو مجھ سے مقام ہارُون پہ ہے۔ موسیٰؑ سے فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد نبی نہیں۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص۲۲۴ جلد ۸ میں ہے:۔

معناہ ان تکون خلیفۃ عنّی فی سفری ھذا بمنزلۃ استخلاف موسیٰ اخاہ ھارون علیہ السلام علی بنی اسرائیل حین توجہ الی الطّور قولہ الا وجہ ھذا الاستثناء الدلالۃ علی ان الخلافۃ لیست فی النّبوّۃ لانّہٗ لا نبی بعدہٗ۔

کہ حدیث منزلتہ کا معنی یہ ہے کہ آپ میرے اس سفر میں ایسے خلیفہ ہیں جیسے موسیٰؑ نے کوہ طوُر کو جاتے وقت ہارونؑ کو بنی اسرائیل پہ خلیفہ بنا دیا تھا اور الّا کا استثناء اس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ یہ خلافت نبوّت میں نہیں کیونکہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ورنہ یہ امامت کی بجائے نبوّت ہوتی۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری ص۸۶ جلد ۸ میں ہے کہ

فقال یا علی اخلفنی فی اھلی و اضرب وخذ وعظ ثمّ دعا لنساءہٗ فقال اسمعن لعلی و اطعن۔

کہ حاکم نے اکلیل میں عطاء بن ابی ریاح سے ایک مرسل روایت نقل کی ہے۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ اَے علیؑ میرے اہل میں بھی تیری خلافت جاری ہوگی۔ عند الضرورت مار اور پکڑ اور نصیحت کر۔ پھر آپؐ نے ازواج کو بلا کر فرمایا کہ علیؑ کا حکم سُنو اور مانو۔ یعنی اس خلافت میں

حضرت علی علیہ السّلام ازواج النّبیؐ کے بھی حاکم تھے اور ان کا حکم ان پر بھی نافذ تھا اور ازواج کو بھی تعلیم دی گئی تھی کہ خلافتِ علیؑ میں تم پر بھی اس کی اطاعت لازم ہے اس کی نافرمانی نہ کرنا۔

غزوۂ تبوک میں جبرائیلؑ کا حصّہ جنابِ امیرؑ کو ملا

عمدۃ القاری ص۶۳ جلد ہفتم اور حاشیہ فیض الباری تقریر صحیح بخاری از مولانا انور شاہ صاحب کشمیری مرحوم ص۱۱۱ جلد چہارم مطبوعہ مصر میں ہے:۔

و من خواص علی انّہٗ کان افضی الصحابۃ وانّ رسول اللہؐ تخلف عن اصحابہ لاجلہ وانّہٗ باب مدینۃ العلم و انّہ لما اراد کسر الاصنام الّتی فی الکعبۃ المشرفۃ اصعدہ النّبی صلّی اللہ علیہ برجلیہ علی منکبیہ و انّہ ماز مھم جبرائیل علیہ الصّلوٰۃ والسلام بتبوك فقیل فیہ

عَلیٌ حَوٰی سَھْمَیْنِ مِنْ غَیْرِ ان غَزَا
غَزَاۃَ تَبُوْکٍ جند اَسُھُمُ مَسْھِمِ

کہ حضرت علی علیہ السّلام کے خواص سے ہے کہ آپ تمام صحابہ سے فیصلہ کرنے میں اَعلم اور افضل تھے اور رسُولِ خداؐ نے آپ کی وجہ سے صحابہ سے تخلف کیا اور آپ مدینۃ العلم کے باب تھے۔ اور کعبہ مشرفہ کے بُت توڑتے وقت علیؑ کے قدموں کو اپنے دوش پہ چڑھایا اور غزوہ تبوک میں جہادِ جبرائیلؑ کا حصّہ حضورؐ نے آپ کو ہی دیا۔ اس باب میں یہ شعر بھی کہا گیا ہے:۔

علی حوی سهمین من غیر ان غزا
غزاة تبوك جند اسهم مسهم

کہ علی علیہ السّلام نے بغیر لڑے دو حصّے پا لئے اپنا اور جبرائیل کا غزوہ تبوک میں حصّہ پانیوالے کا یہ حصّہ کتنا اچھا ہے۔

غزوہ تبوک سے واپسی پر منافقین کا قصدِ ناکام

وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا۔ پ۱۰ التوبہ۔ اور اُنہوں نے قصد ناکام کیا تفسیر مظہری صفحہ ۲۶۸ جلد دوم میں ہے کہ یہ بارہ آدمی تھے منافقین کے جنہوں نے راہِ تبوک میں حضرتؐ کی اُونٹنی کو گھاٹی سے گرانے کا قصد کیا تاکہ حضورؐ کو ناگہانی طور پر ہلاک کریں۔ معاذ اللہ۔ پس جبرائیل نے آکر اطلاع دی اور حضورؐ بچ گئے۔

تفصیل قصدِ ناکام از منافقین بہ سرکارِ دوعالمؐ

اخرج البیہقی فی الدلائل عن عروۃ رضی اللہ عنہ قال رجع رسول اللہ قافلا من تبوك الی المدینة حتّٰی اذا کان ببعض الطریق مکر برسول اللہ ناس من اصحابه فتامروا ان یطرحوه من عقبة فی الطریق فلمّا بلغوا العقبة ارادوا ان یسلکوها معه فلمّا غشیهم رسول اللہ صلّی اللہ علیه وآله وسلّم اخبرهم فقال من شاء منکم ان یاخذ ببطن الوادی فانّه اوسع لکم واخذ رسول اللہ صلّی اللہ علیه وآله وسلّم العقبة واخذ النّاس ببطن الوادی الا النفر الّذین مکروا برسول اللہ صلّی اللہ علیه وآله وسلّم لمّا سمعوا ذالک استعدوا

وتلثموا وقد هموا بامر عظیم و امر رسول صلّی اللہ علیه وآله وسلّم حذیفة بن الیمان رضی اللہ عنه وعمار بن یاسر رضی اللہ عنه فمشیا معه ماشیا فامر عمارا ان یاخذ بزمام الناقة وامر حذیفة بسوقها فبینما هم یسیرون اذ سمعوا وکزة القوم من ورائهم قد غشوه فغضب رسول اللہ وامر حذیفة ان یردهم وابصر حذیفة رضی اللہ عنه غضب رسول اللہ صلّی اللہ علیه وآله وسلّم فرجع ومعه محجن فاستقبل وجوه رواحلهم فضربها ضربا بالمحجن وابصر القوم وهم متلثمون لا یشعروا انّما ذالك فعل المسافر فرعبهم اللہ حین ابصروا حذیفة رضی اللہ عنه وظنوا ان مکرهم قد ظهر علیه فاسرعوا حتّٰی خالطوا النّاس واقبل حذیفة رضی اللہ عنه حتّٰی ادرك رسول اللہ صلّی اللہ علیه وآله وسلّم فلمّا ادرکه قال اضرب الراحلة یا حذیفة وامش انت یا عمار فاسرعوا حتّٰی استووا باعلاها فخرجوا من العقبة ینتظرون النّاس فقال النّبی صلّی اللہ علیه وآله وسلّم لحذیفة هل عرفت یا حذیفة من هؤلاء الرهط احدا قال حذیفة عرفت راحلة فلان وفلان وقال کانت ظلمة اللّیل وغشیتهم وهم متلثمون فقال النّبی صلّی اللہ علیه وآله وسلّم هل علمتم ما کان شانهم وما ارادوا قالوا لا واللہ یا رسول اللہ قال فانّهم مکروا لیسیروا معی حتّٰی اذا طلعت فی العقبة طرحونی منها قالوا افلا تامر بهم یا رسول اللہ فنضرب اعناقهم قال اکره ان یتحدث النّاس ویقولوا انّ محمّداً وضع یده فی اصحابه فسما هم لهما وقال اکتماهم۔ (تفسیر درمنثور از سیوطی ص ۲۸ ج ۳)

ترجمہ:- بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ حضورؐ جب غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے تو راستہ میں آپ کے اصحاب میں سے کچھ آدمیوں نے حضورؐ کی نسبت قصد کیا کہ آپ کو گھاٹی سے گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔ پس جب وہ لوگ گھاٹی پر پہنچے تو اُنہوں نے اس گھاٹی پر حضورؐ کے ساتھ ساتھ چلنے کا قصد کیا۔ پس جب وہ حضورؐ کے ارد گرد آگئے تو حضورؐ نے ان کو فرمایا کہ جو شخص تم سے بطن وادی میں چلنا چاہے چلے کیونکہ وہ تمہارے لئے زیادہ وسیع ہے اور خود حضورؐ نے گھاٹی کے اُوپر اُوپر چلنا اختیار کیا وہ لوگ بطن وادی میں چلنے لگے۔ مگر وہ لوگ جو حضورؐ سے مکر کا ارادہ رکھتے تھے وہ سن کر تیار ہو گئے۔ اور اُنہوں نے اپنے مُنہ کپڑوں سے چھپا لئے اور ایک امرِ عظیم کا قصد کیا اور حضورؐ نے حذیفہ یمنی اور عمار بن یاسر کو ساتھ چلنے کے لئے فرمایا پس وہ دونوں حضورؐ کے ساتھ چلے۔ عمار کو تو اونٹنی کی مہار پکڑنے کا حکم ہوا اور حضرت حذیفہ اونٹنی کے ہانکنے پر مامور ہوئے۔ وہ اسی اثناء میں چل رہے تھے کہ پیچھے سے قوم کی آہٹ سنائی دی جنہوں نے آکر حضورؐ کو ارد گرد سے گھیر لیا۔ اس پر حضورؐ غضبناک ہوئے اور حضرت حذیفہ کو حکم دیا کہ ان کو واپس کرو۔ جب حضرت حذیفہ نے حضرتؐ کا غضب دیکھا تو واپس لوٹے آپ کے ہاتھ میں عصا تھا، آپ نے ان کی سواریوں کے مُنہ پر مارا، اور ان کے مُنہ ڈھانپے ہوئے تھے وہ پہچانے نہ گئے۔ پس ان پر خدا نے رُعب طاری کر دیا جب اُنہوں نے حضرت حذیفہ کو دیکھا تو سمجھے کہ ان کا مکر ظاہر ہو گیا ہے۔ پس وہ جلدی سے دوڑ کر لوگوں میں مل گئے اور حضرت حذیفہ واپس آکر حضورؐ سے مل گئے حضرتؐ نے فرمایا حذیفہ اونٹنی کو مار اور جلدی چل اور اے عمار تُو بھی جلدی کر پس وہ جلدی کر کے اُوپر چڑھ گئے اور اس گھاٹی سے نکل گئے اور لوگوں کا انتظار

کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا، اے حذیفہ تُو نے اس گروہ سے کسی کو پہچانا بھی ہے۔ حذیفہ نے عرض کی حضورؐ فلاں فلاں کی سواریاں تو پہچانی، چُونکہ رات کا اندھیرا تھا۔ مَیں ان میں گھُس تو گیا لیکن ان کے مُنہ ڈھانپے ہوئے تھے۔

حضورؐ نے فرمایا تم کچھ سمجھے کہ ان کا قصد اور ارادہ کیا تھا۔ عرض کی حضُور اللہ و رسُولؐ بہتر جانتے ہیں ہم نہیں سمجھے۔ فرمایا اُنہوں نے یہ مکر کیا تھا کہ وہ میرے ساتھ چلیں۔ جب مَیں گھاٹی پر چڑھ جاؤں تو مجھے وہاں سے گرا دیں۔ عرض کی حضورؐ آپ ان کی نسبت یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ ہم ان کی گردنیں اُڑا دیں۔ کہا مَیں مکروہ سمجھتا ہُوں کہ لوگ باتیں کریں اور کہیں کہ تحقیق محمدؐ نے اپنے صحابیوں پر ہاتھ رکھ لیا ہے۔ پس حضورؐ نے ان کے نام تو بتلا دیئے اور یہ کہا کہ ان کو چھُپا کر رکھنا ظاہر نہ کرنا۔

اس روایت سے عدم قتلِ منافقین کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی اور ان کے عزائم کا باہیں الفاظ پتہ چل گیا۔ اور کتاب صحیح مسلم جلد دوم ص ۳۶۹ میں بھی ان بارہ منافقین کا ذکر آیا ہے۔

عن قیس قال قلت لعمار ارأیتم صنیعکم ھذا الذی صنعتم فی امر علی ارایا رأیتموہ او شیئًا عھد الیکم رسول اللہ فقال ما عھد الینا رسول اللہ شیئًا لم یعاھدہ الی النّاس کافّۃً ولکن حذیفۃ اخبرنی عن النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال قال النّبی فی اصحابی اثنا عشر منافقًا فیھم ثمانیۃ لا یدخلون الجنّۃ حتّٰی یلج الجمل فی سمّ الخیاط۔

قیس سے روایت ہے کہ میں نے ایّامِ جمل میں حضرت عمار سے سوال کیا کہ امرِ علیؑ میں یہ تمہارا فعل تمہاری ذاتی رائے ہے یا ایسی چیز ہے جس کی تم کو

رسول اللہ نے وصیت فرمائی ہے۔ فرمایا رسول اللہ نے ہم سے ایسا کوئی عہد نہیں لیا جو تمام لوگوں سے نہ لیا ہو۔ لیکن حضرت حذیفہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ نے فرمایا، میرے اصحاب میں بارہ ۱۲ منافق ہیں اور ان میں آٹھ ایسے ہیں جو جنت میں کبھی داخل نہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے سوراخ سے گذر جائے۔ یہ ہے آیۂ غار کی تمہید اور شانِ نزول۔ اب اس کی تفسیرِ خاص سنیئے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ط پ۱۰۔ التوبہ

اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو پرواہ نہیں۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ اس کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب اس کو کافروں نے اس حال میں نکال دیا کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا۔ جس وقت کہ وہ دونوں غار میں تھے کہ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ مت غم کھا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب پر ایسی تسکین نازل فرمائی، اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم نے نہیں دیکھا۔ اور کفّار کے کلمہ کو پست کر دیا۔ اور اللہ کا کلمہ ہی بلند ہے اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کو عدمِ نصرت پر سرزنش فرمائی ہے اور اپنی سابقہ نصرت کے مقاماتِ ثلاثہ یاد کرائے ہیں تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ جس نے قبل ازیں نصرت فرمائی وہ آئندہ بھی حضورؐ کو بے یار و مددگار نہیں

چھوڑے گا۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ

اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو اُس کی مدد خدا خود کر چکا ہے۔ اس میں پہلو تہی کرنے والوں کو ڈانٹتے ہوئے خداوند تعالےٰ نے اپنی سابقہ امدادیں یاد کرائی ہیں اور اس میں حضورؐ کی اس دُعا کی استجابت کی طرف اشارہ ہے۔

قَالَ اللّٰهُ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ط (بنی اسرائیل)

ترجمہ:- اور کہہ اے رب میرے داخل کر سچا اور نکال مجھ کو نکالنا سچا اور واسطے میرے اپنے پاس سے بادشاہ مدد دینے والا۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِمَكَّةَ فَاُمِرَ بِالْهِجْرَةِ وَ نَزَلَ اِلَيْهِ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ط (تاریخ ابن کثیر ص۱۷۵ ج ۳، مستدرک حاکم ص۳ ج ۳)۔

ترجمہ:- ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ مکّہ معظمہ میں تھے کہ آپ کو حکمِ ہجرت ہوا اور یہ دُعا تعلیم کی گئی ربّ ادخلنی مدخل صدقٍ الخ اور لفظ زادہ ربّ ادخلنی مدخل صدقٍ سے مراد بروزِ ہجرت دخولِ مدینہ منوّرہ ہے اور اخرجنی مخرج صدقٍ سے مراد بروزِ ہجرت خروج از مکّہ معظمہ ہے اور سلطان نصیر سے مراد کتاب و سُنّت کو قائم کرنیوالا بادشاہ ہے جو حجتِ خدا ہو گا۔ پس معلوم ہوا کہ اس سے مراد جناب امیر خیبر گیر ہیں۔ (دیکھو مستدرک ص۳ جلد ۳)۔

جو بامرِ ربّ العزّت سلطان مقرّر ہوئے اور شبِ ہجرت سے لیکر تا دفن و کفن کبھی نہ چھوڑ کر گئے اور مددگار رہے سفر حضر خیبر، خندق، اُحد و بدر میں ہر جگہ کام آئے اور ان کی بادشاہت اور خلافت کا بامرِ ربّ العزّت اعلان ہوا پس وہ سلطان بھی ہوئے اور نصیر بھی اسی لئے تفسیر صافی میں ہے کہ سلطان نصیر سے مراد حجتہ تنصرنی یعنی بقول حضورؐ مدد کرنیوالی حجّت ہے۔

اور تفسیر در منثور ص۱۶۵ میں لکھا ہے کہ یہ دعا آپ کو غزوہ تبوک سے واپسی پر دخولِ مدینہ منورہ کے لئے جبرائیل کی زبانی معلوم ہوئی۔ اس سے بھی خلافت جناب امیرؑ ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت بھی شبِ ہجرت کی طرح جناب امیرؑ ہی خلیفہ تھے۔

اس پر اگلی آیت وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ سے بھی روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت بروز فتح مکّہ بُت شکنی کے وقت نازل ہوئی۔ اور جناب امیرؑ اُس وقت بھی بر دوشِ رسولؐ سوار ہو کر بُت شکنی میں سلطان نصیر کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔

ہجرت سرکارِ دوعالم از مکّہ معظّمہ

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جس وقت نکالا اس کو کافروں نے

یہ اللہ تعالےٰ کی شبِ ہجرت والی نصرت کی یاد دہانی ہے اور حضورؐ کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ اس نصرت کی تفصیل سمجھنے کے لئے واقعہ سنیئے:۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَ يَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۝ پ۹ - الانفال

ترجمہ:۔ اور جس وقت آپ کی نسبت کفّار تدبیریں کر رہے تھے تاکہ قید کرلیں آپ کو یا قتل کر ڈالیں یا نکال دیں اور وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا۔ اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنیوالا ہے۔

علیؑ برفراشِ نبیؐ بشبِ ہجرت

عن ابن عبّاس رضی اللہ عنہ فی قولہ واذ یمکر بک الّذین کفروا لیثبتوک قال تشاورت قریش لیلۃ بمکۃ فقال بعضھم اذا اصبح فاثبتوہ بالوثاق یریدون النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وقال بعضھم بل اقتلوہ وقال بعضھم بل اخرجوہ فاطلع اللہ نبیّہ صلّی اللہ علیہ وسلّم علی ذالک فبات علی رضی اللہ عنہ علی فراش النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وخرج النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حتّی الحق بالغار وبات المشرکون یحرسون علیًا رضی اللہ عنہ یحسبونہ النّبی فلمّا اصبحوا ثاروا الیہ فلمّا راوہ علیًا رضی اللہ عنہ ردّ اللہ مکرھم فقالوا این صاحبک ھذا قال لا ادری فاقتصوا اثرہ فلمّا بلغوا الجبل اختلط علیھم فصعدوا فی الجبل فمرّوا علی بابہ نسیج العنکبوت فقالوا لو دخل ھنا لم یکن نسیج العنکبوت علی بابہ فمکث فیہ ثلاث لیال۔

تفسیر در منثور ص۱۷۹ جلد ۳ و تاریخ ابن کثیر میں اتنا زیادہ ہے کہ:۔

اجود ماروی فی قصۃ نسیج العنکبوت علیٰ فم الغار، وذالک من حمایۃ اللّٰہ ورسولہ۔

ابنِ عباس سے روایت ہے اذ یمکو بک الّذین کفروا لیثبتوک کی تفسیر میں کہ قریش نے حضورؐ کی نسبت ایک رات مشورہ کیا کہ مکّہ معظمہ میں بعض نے کہا کہ اس کو قید کرو، بعض نے کہا بلکہ قتل کرو، اور بعض نے وطن سے نکالنے کا مشورہ دیا۔ اس کی اطلاع اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیبؐ کو دی۔ اس پر علیؑ نے جان نثاری کے لئے رات بسترِ رسولؐ پر گذاری اور حضورؐ نکل کر غار میں پہنچ گئے۔ اور مشرکین تمام رات حضرت علیؑ کی حراست کرتے رہے ان کو رسولؐ سمجھ کر۔ جب صُبح ہوئی تو سب کُود پڑے۔ پس جب اُنہوں نے دیکھا تو یہ حضرت علیؑ ہیں۔ خداوند نے ان کی تدبیر کو اس تدبیر سے روک دیا۔ اُنہوں نے پوچھا کہ تیرا صاحب کہاں ہے۔ فرمایا میں نہیں جانتا۔ پس وہ آپ کا کھوج نکالتے ہوئے چلے جب پہاڑ پر پہنچے تو کھوج گُم ہو گیا پس پہاڑ پر چڑھ گئے۔ دیکھا تو غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے خود ہی کہنے لگے اگر اس میں داخل ہوتے تو اس میں مکڑی کا جالا نہ ہوتا۔ پھر حضورؐ اس میں تین راتیں ٹھہرے۔ اور تاریخ ابنِ کثیر صلـ۱۸۱ جلد سوم میں ہے کہ اس روایت کی سند حسن ہے اور نسیج العنکبوت کے قصّہ میں یہ روایت ہی جیّد ہے۔

شبِ ہجرت انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں اب الٰہی طاقت اور ربّانی حمایت کو دیکھئے کہ جب رات کو ان لوگوں نے نبیؐ کا گھر گھیرا، اُس وقت خدا کے نبیؐ نے پیارے بھائی علی علیہ السّلام کو فرمایا تم میرے بستر پر میری چادر لیکر سو جاؤ۔ ذرا فکر

نہ کرنا کوئی شخص تیرا بال بیکا نہ کر سکے گا۔ حضرتؑ تو ان تلواروں کے سائے میں نہایت بے فکری سے مزے کی نیند سو رہے اور خدا کا رسُولؐ خدا کی حفاظت میں باہر نکلا۔ اور اُن دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورہ یٰسں پڑھتا ہوا صاف نکل گیا۔ کسی نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جاتے نہ دیکھا۔ یہ واقعہ ۲۷ صفر ۱۳ سنہ بروز پنجشنبہ ۶۶۲ سنہ کا ہے۔ (ماخوذ از رحمتہ للعالمین صلـ۸۱ ج ۱)

جنابؑ کے حوصلہ اور ایمان کا منظر

فاتی جبرائیل رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم فقال لہ لا تبت ھذہ اللّیلۃ علیٰ فراشک الّذی کنت تبیت علیہ قال فلما کانت عتمۃ من اللّیل اجتمعوا علیٰ بابہٖ یرصدوا انہ ان ینام فیثبون علیہ فلما رای رسول اللہ مکانھم قال لعلی بن ابی طالب نم علیٰ فراشی و تسبح ببردی ھذا الحضرمی الاخضر نم فیہ فانّہ لن یخلص الیک شیئ تکرھہ منھم وکان رسول اللہ ینام فی بردہ ذالک اذا نام۔ (تاریخ ابن کثیر صلـ۱۷۶ جلد سوم)

کہ جب ابوجہل نے یہ مشورہ دیا کہ ہر قبیلہ کا ایک جوان ہو سب مل کر ایک رات حملہ کر کے بستر پر محمدؐ کو قتل کر دیں اور اس کا خون ہر قبیلہ میں منتفرق ہو جائے تو جبرائیل امین نازل ہوئے اور کہا کہ حضورؐ آج رات بستر پر نہ سوئیے جس پہ ہر رات سویا کرتے ہو۔ پس جب رات ہوئی اور تمام کفّار حضورؐ کے دروازہ پر انتظار کرنے لگے کہ سوتے ہی آپ پر حملہ کر دیا جائے۔ پس حضرت نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو علی علیہ السّلام کو فرمایا کہ آج تو میرے بستر پہ سو جا اور میری

یہ چادر حضرمی سبز رنگ کی اوڑھ لے پس سو جا۔ پس تحقیق تیری طرف کوئی چیز نہیں پہنچے گی جس کا ان سے خطرہ ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چادر میں سو جایا کرتے تھے۔ الخ

حضرات! ذرا خطرہ کی شب حالات کا منظر، بستر رسولؐ کی اہمیت، کفار کا دروازہ پر نرغہ اور با وجود ایں ہمہ حضورؐ کے کہنے پر جناب امیرؑ کا ایمان رکھ کر مزہ سے بے فکر ہو کر سو جانا ملاحظہ فرمائیے اور یاد رکھیئے۔ کیونکہ آئندہ تم نے لا تحزن کی تفسیر بھی پڑھنی ہے۔

بستر رسولؐ پر حضرت علی علیہ السلام کی جان فروشی
بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال شری علی نفسہ ولبس ثوب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم نام مکانہ وکان المشرکون یرمون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم البسہ بردۃ وکانت قریش ترید ان تقتل النبیؐ فجعلوا یرمون علیہ و یرونہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقد لبس بردۃ وجعل علی رضی اللہ عنہ یتصور فاذا ہو علی فقالوا انک للئیم انک فتصور وکان صاحبک لا یتصور ولقد استنکرناہ منک ھذا حدیث صحیح وقال الذھبی صحیح۔ (مستدرک حاکم ص۴ جلد۳ مطبوعہ حیدر آباد دکن تفسیر درمنثور ص۱۸۰ ج۴ مسند احمد ص۳۳۱ ج۱)

ترجمہ:۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے شب ہجرت اپنی جان کو بیچا اور نبی کریمؐ کا لباس پہنا پھر آپؐ کی جگہ بستر پر محو خواب ہو گئے

حضورؐ کی چادر کی وجہ سے تمام رات کفار رسولؐ سمجھ کر پتھر مارتے رہے اور حضرت علیؑ پتھروں کی ضرب سے کروٹیں بدلنے لگے۔ پس جب انہوں نے دیکھا یہ تو علیؑ ہیں۔ انہوں نے کہا تحقیق تو قابلِ ملامت ہے کہ تو نے کروٹیں بدلیں۔ حالانکہ تیرا صاحب کروٹیں نہیں بدلتا تھا۔ اور یہ بات ہم نے تجھ سے نئی پائی۔

اس روایت میں ہے کہ کفار نے حضرت علی علیہ السلام کو تمام شب نبیؐ گمان کیا۔ مگر دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر کو بھی اس رات حضرت علی علیہ السلام پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شبہ ہوا۔

حضرت ابوبکر کا گمان نبیؐ پر علی علیہ السلام بشب ہجرت

عن عبداللہ ابن عباسؓ قال وشری علی نفسہ لبس ثوب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم نام مکانہ قال وکان المشرکون یرمون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجاء ابوبکر وعلی نائم قال ابوبکر یحسب انہ نبی اللہ قال فقال یا نبی اللہ قال فقال لہ علی ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد انطلق نحو بئر میمون فادرکہ قال فانطلق ابو بکر فدخل معہ الغار قال وجعل علی یرمی بالحجارۃ کما کان یرمی نبی اللہ وھو یتضور قد لف راسہ فی الثوب لا یخرجہ حتی اصبح ثم کشف عن راسہ فقالوا انک للئیم کان صاحبک نرامیہ فلا یتضور وانت تتضور وقد استنکرنا ذلک۔

(مسند احمد بن حنبل ص۳۳۱ ج۱۔ وخصائص نسائی مترجم ص۲ لاہور)

ترجمہ:۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ شب ہجرت بیچا علیؑ نے اپنی جان کو پہنی چادر رسالتمآبؐ کی پھر سوئے حضورؐ کے مکان پر۔ اور مشرک ساری رات پتھر مارتے رہے۔ پھر ابوبکر آئے اور علیؑ سو رہے تھے۔ پھر کہا کہ حضرت ابوبکر نے حضرت علیؑ کو نبی اللہ سمجھا۔ اس لئے یا نبی اللہ کہہ کر آواز دی۔ اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تحقیق نبی کریمؐ چاہ میمون کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ آپ انہیں وہاں جا کر ملیئے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر چلے گئے اور حضورؐ کے ساتھ داخل غار ہوئے اور حضرت علیؑ پر اسی طرح سے پتھر زنی ہونے لگی جیسی نبی کریمؐ پر ہوا کرتی تھی۔ اور وہ چادر میں سر چھپاتے ہوئے کروٹیں بدلتے رہے اور صبح تک سر نہ نکالا۔ صبح ہوئی تو آپ نے سر سے کپڑا اُتارا۔ مشرکین نے کہا تو قابلِ ملامت ہے۔ تیرا صاحب تو ایسا تھا ہم پتھر مارتے تھے اور وہ کروٹ نہیں لیتا تھا اور تو کروٹیں بدلتا ہے اور ہم نے یہ بات نئی سی پائی ہے۔

شب ہجرت جانفروشی پر حضرت امیر علیہ السلام کا اظہارِ مسرت

عن علی بن الحسین قال انّ اوّل من شری نفسہٗ ابتغاء رضوان اللہ علی بن ابی طالب وقال علی عند مشتھہ علیٰ فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

علی بن حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے رضا خداوندی کیلئے اپنی جان بیچی وہ علی علیہ السلام ہیں۔ اور آپ نے خوابگاہِ رسالتمآبؐ پر لیٹے ہوئے شبِ ہجرت مندرجہ ذیل اشعار کہے:۔

وقیت بنفسی خیر من وطئ الحصا

ومن طاف بالبیت العتیق بالحجر

رسول اللہ خاف ان یمکروا بہ

فنجاہ ذو الطول الالہ من المکر

وبات رسول اللہ فی الغار امنا

موقی وفی حفظ الالہ و فی ستر

فبسار اعیھم ولم یتھموا فتی

وقد وطنت نفسی علی القتل والامر

اور میں نے اپنی جان فروشی سے خیر الخلق اور بیت اللہ کا طواف کرنے والے اور سنگِ اسود کو چومنے والوں میں سب سے بہتر کو بچایا۔ خدا کے رسولؐ کو ان کے تدبیرِ بد سے جب خوف ہوا تو آپ کو طویل الید قدرت رکھنے والے خدا نے ان کے مکر سے نجات دی۔ میں نے ان کے انتظار میں تمام رات گذار دی اور حالانکہ اللہ نے اپنی جان کو قید قتل کیلئے بالکل تیار کر لیا تھا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ کا نزول بحق جناب امیر علیہ السلام بشب ہجرت

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔

ترجمہ:۔ اور لوگوں میں سے وہ آدمی جو بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضا مندی چاہنے کے واسطے اور اللہ بندوں کیساتھ مہربان ہے (پ۲ بقرہ آیت ۲۰۷)

محقّقین لکھتے ہیں کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب جناب امیر علیہ السلام نے شبِ ہجرت رسُول اللہ کی راہِ محبّت میں اپنی جان فدا اور نثار کی۔ جیسا کہ تفسیر کبیر اور دیگر کُتب اہلسنّت وجماعت میں بھی موجود ہے۔

نزلت فی علیؑ بن ابی طالب بات علی فراش رسول اللہ لیلۃ خروجہ الی الغار ویروی انّہ لما نام علی فراشہ قام جبرائیل علیہ السلام عند راسہ و میکائیل عند رجلیہ وجبرائیل ینادی بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب یباھی اللہ بک الملٰئکۃ و نزلت الایۃ۔ (تفسیر کبیر ص۱۸۹ ج۲ واحیاء علوم غزالی ص۲۵۲ ج۳ و مدارج النبوّۃ از شیخ عبدالحق ص۷۹ ج۲)

کہ روایت سوم یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی جب وہ شبِ ہجرت بستر رسُولؐ پر سوئے اور حضورؐ غار کی طرف نکلے۔ اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام بستر رسولؐ پر سوئے تو جبرائیل آپ کے سر کی طرف اور میکائیل پاؤں کی طرف کھڑے اور جبرائیل پکار رہے تھے، مبارک مبارک تیری مثل کون ہوگا اے ابن ابی طالب تیرے ساتھ تو خدا فرشتوں میں فخر کرتا ہے۔

استخلاف جناب امیر علیہ السّلام بشبِ ہجرت

جہاں آپ نے شبِ ہجرت جناب امیر علیہ السّلام کی جانفروشی، جراٗت اور شجاعت محبّتِ رسولؐ کے واقعات پڑھے ہیں اور اب شبِ ہجرت آپ کا استخلاف بھی پڑھ لیجئے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ آئمہ غار میں بھی آپ کی خلافت بلافصل کا ثبوت موجود ہے کہ جب رسُولِ خدا مکّہ سے تشریف لے جائیں تو بھی علیؑ خلیفہ ہوتے ہیں

اور جب مدینہ منوّرہ سے شام کو برائے سفر تبوک تشریف لے جائیں تب بھی علیؑ خلیفہ ہوتے ہیں اور جب رسالتمآب اس دُنیا سے تشریف لے جائیں گے تو آپ کیسے خلیفہ نہ ہوں گے۔

امّا علی فان رسول اللہ امرہ ان یتخلف بعدہ بمکّۃ حتّٰی یؤدی عن رسول اللہ الودائع الّتی کانت عندہ للنّاس و کان رسول اللہ لیس بمکۃ احد عندہ شی یخشٰی علیہ الا وضعہٗ عندہٗ لما یعلم عن صدقہ وامانتہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ (سیرۃ ابن ہشام ص۱۲۹، تاریخ کامل ص۷۳ ج۲ مصری و مدارج النبوّۃ ص۷۹)۔

لیکن علی علیہ السّلام لیس تحقیق رسُولؐ اللہ نے ان کو پیچھے مکّہ میں رہنے کا حکم دیا تاکہ حضورؐ کی طرف سے ان امانتوں کو ادا کریں جو لوگوں کی حضورؐ کے پاس تھیں۔ کیونکہ مکّہ میں کوئی آدمی ایسا نہ تھا جسکی قابلِ حفاظت چیز حضورؐ کے پاس امانت نہ ہو۔ کیونکہ لوگ آپکو امین اور صادق سمجھتے تھے۔

مروج الذہب ص۱۷۵ ج۲ میں ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام بعد ہجرت تین دن تک مکّہ میں رہے اور امانتیں ادا کر کے حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مل گئے۔

الغرض حضور اکرمؐ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت علی علیہ السّلام کو خلیفہ بنا کر تشریف لے گئے۔

ہجرت کی صبح جناب امیرؑ نرغۂ کفّار میں

صبح ہوئی تو حضرت علی علیہ السّلام حسبِ معمول خواب سے بیدار ہوئے قریش نے قریب جاکر انہیں پہچانا۔ پوچھا محمدؐ کہاں ہے؟ علیؑ نے جواب دیا مجھے کیا خبر۔ کیا میرا پہرہ تھا تم لوگوں نے انہیں نکل جانے دیا اور وہ نکل گئے قریش غصّہ اور ندامت سے حضرت علی علیہ السّلام پر پل پڑے۔ ان کو مارا اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے اور تھوڑی دیر حبسِ بے جا میں رکھا اور آخرکار چھوڑ دیا۔
(رحمتہ للعالمین صہ۸۱ جلد ۱۔ طبری صہ۲۴۹)

وخرج رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلّم فاخذ خفنۃ من تراب فجعلہ علیٰ رؤسھم وھو یتلو ھذہ الآیات من یٰس والقرآن الحکیم الیٰ قولہ فھم لا یبصرون ثمّ انصرف فلم یروہ فاتاھم آت فقال ما تنتظرون قالوا محمّداً قال خیبکم اللہ خرج علیکم ولم یترک احدا منکم الاجعل علیٰ راسہ التراب وانطلق لحاجتہ فوضعوا ایدیھم علیٰ رؤسھم فراد التراب وجعلوا ینظرون فیرون علیا نائما وعلیہ بردالنّبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلّم فیقولون انّ محمّداً النائم فلم یبرحوا کذالک حتّٰی اصبحوا فقام علی عن الفراش فعرفوہ وانزل اللہ فی ذالک واذ یمکر بک الّذین کفروا لیثبتوک اویقتلوک اویخرجوک الآیۃ وسال اولٓئک الرھط علیا عن النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فقال لا ادری امرتم لا بالخروج فخرج فضربوہ واخرجوہ الی المسجد فجسوہ ساعۃ ثمّ ترکوہ ونجی اللہ رسولہ من مکرھم امرہ بالھجرۃ دقام علی

یودی امانۃ النّبی صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلّم ویفعل ما امرہٗ۔ (تاریخ کامل صہ۴۳ ج۲)

اور شبِ ہجرت جب حضورؐ نکلے تو آپ نے ایک مٹھی مٹی کی لیکر تمام کفّار کے سر پر ڈال دی اور ان آیات کی تلاوت کرتے ہوئے تشریف لے گئے:۔

یٰس والقرآن الحکیم تا قول باری فھم لا یبصرون۔

مشرکین نے حضورؐ کو جاتے وقت نہ دیکھا۔ پس ان کو کسی آنے والے نے کہا کس کا انتظار کر رہے ہو۔ کہا محمدؐ کا۔ کہا خدا نے تمہیں محروم کر دیا۔ وہ تو چلے بھی گئے اور تمہارے سر پر خاک ڈال کر گئے۔ پس جب اُنہوں نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو سچ مچ خاک تھی۔ اور دیکھنے لگے کہ محمدؐ تو یہ سو رہا ہے۔ بنا بریں صبح تک کھڑے رہے۔ پس حضرت علی علیہ السلام جو صبح بسترِ رسولؐ سے اُٹھے تو وہ پہچان گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ آیت نازل کی واذ یمکر بک الّذین کفروا لیثبتوک اویقتلوک او یخرجوک الآیہ۔ ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے رسالتمآبؐ کی نسبت پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے کیا پتہ۔ تم نے ان کو نکالنا چاہا وہ چلے گئے۔ اس پر اُنہوں نے جناب امیرؑ کو پیٹا اور مسجد حرام کی طرف لے گئے۔ کچھ دیر قید رکھا پھر چھوڑ دیا۔ اس طرح اللہ نے اپنے رسولؐ کو ان کے مکر سے نجات دی اور ہجرت کا حکم دیا اور حضرت علی علیہ السلام اُٹھ کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی امانتیں ادا کرنے لگے۔ اور جو کچھ حضورؐ نے کہا تھا وہ کرنے لگے۔

مصاحبت حضرت ابوبکر با آنحضرتؐ بشب ہجرت

ثانی اثنین دوسرا دو میں کا

وقولہ ثانی اثنین نصب علی الحال ای فی الحال التی کان فیھا ثانی اثنین۔ (التفسیر کبیر ص۴۳۷ جلد۴)۔

کہ لفظ ثانی کی نصب بنا بر حال ہے یعنی اس حال میں کہ آپ ثانی اثنین یعنی دو میں سے دوسرے یعنی ایک تھے۔

ثانی اثنین حال ای احد اثنین والاخر ابوبکر المعنی نصرہٗ فی مثل تلک الحالۃ فلا یتخذلہ فی غیرھا۔ (جلالین کلاں ص۱۵۹)

ثانی اثنین حال ہے۔ یعنی آپ دو میں سے ایک تھے۔ اور دوسرے حضرت ابوبکر تھے۔

معنی یہ ہے کہ جب اللہ نے ایسے عالم تنہائی میں مدد کی تو دوسرے وقت کب آپ کو مخذول ہونے دے گا۔

حال ای من الھاء فی اخرجہ والتقدیر اذا خرجہ الذین کفروا حال کونہ منفرداً عن جمیع الناس الا ابوبکر۔

(الجمل ص۲۸۴ جلد دوم، الصاوی ص۱۲۸ جلد سوم)

یعنی لفظ حال ہے اخرجہ کی ہاء ضمیر سے اصل مفہوم یہ ہے کہ جب آپ کو کافروں نے اس حال میں نکالا کہ آپ کے ساتھ ابوبکر کے سوا کوئی آدمی نہ تھا۔ لہٰذا اس سے حضرت ابوبکر کی شب ہجرت حضورؐ کے ساتھ معیت اور مصاحبت ثابت ہوتی ہے۔ اور شب ہجرت آپ کا ساتھ ہونا متواترات سے

سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس صحبت کا انکار بعض علماء نے کفر لکھا ہے۔ کیوں نہ ہو صحبت اور حزن سب کچھ قرآن سے ثابت ہے انکار قرآن کفر کیوں نہ ہو۔

تفصیل مصاحبت ابوبکر برسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم بشب ھجرت

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من اللیل الحق بغار ثور قال وتبعہ ابوبکر رضی اللہ عنہ فلما اسمع رسول اللہ۔ حم خلفہ خاف ان یکون الطلب فلما رای ذلک ابوبکر رضی اللہ عنہ تنحنح فلما سمع ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عرفہ فقام لہ حتی تبعہ فاتیا الغار فاصبحت قریش فی طلبہ فبعثوا الی رجل من قافتبنی مدلج فتبع الاثر حتی انتھی الی الغار وعلی بابہ شجرۃ فبال فی اصلھا القائف ثم قال ماجاد صاحبکم الذی تطلبون ھذا المکان قال فعند ذلک حزن ابوبکر رضی اللہ عنہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا تحزن ان اللہ معنا قال فمکث عود ابابکر رضی اللہ عنہ فی الغار ثلاثۃ ایام تختلف الیھم بالطعام عام ابن فھیرۃ وعلی یجھزھم فاشتروا ثلاثۃ اباعرمن ابل البحرین واستاجر لھم دلیلا وکان لبعض اللیل من اللیلۃ الثلاثۃ اتاھم علی رضی اللہ عنہ بالابل والدلیل فرکب رسول اللہ راحلۃ ورکب ابوبکر اخری فتوجھوا نحو المدینۃ وقد بعثت قریش فی طلبہ۔

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ رات کے وقت نکل کر غارِ ثور کے قریب پہنچے تو آپ کے پیچھے حضرت ابوبکر ہو لیئے۔ پس جب رسول اللہ نے اپنے پیچھے ان کی آہٹ سُنی تو ڈرے کہ یہ کوئی متلاشی نہ ہو۔ پس جب حضرت ابوبکر نے دیکھا تو کھنکارنے لگے۔ جب رسول اللہ نے آواز سُنی تو ان کو پہچان گئے۔ پس ان کے لئے کھڑے ہو گئے حتّٰی کہ وہ پیچھے سے پہنچ گئے۔ پس دونوں مل کر داخل ثور ہوئے۔ پس صبح ہوئی تو قریش آپ کی طلب میں نکلے۔ ایک آدمی بنی مدلج سے کھوج نکالنے والا بلایا وہ کھوج لیکر غار کے دہانے تک پہنچ گیا۔ اور اس کے دروازے پر ایک درخت نظر آیا۔ اس نے وہاں بیٹھ کر پیشاب کیا۔ پھر کہا تمہارا وہ صاحب جس کی تلاش میں ہو آگے نہیں گیا۔ کہتے ہیں یہ سُن کر حضرت ابوبکر غمناک ہو گئے۔ حضور نے کہا غم نہ کر تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ کہا اس کے بعد آپ اور ابوبکر تین دن تک غار میں ٹھہرے عامر بن فہیرہ کھانا لاتا رہا اور حضرت علی علیہ السلام ان کے سفر کا سامان کرتے رہے۔ پس تین اُونٹ بحرینی خریدے اور ایک راہنما کرایئے پر مقرر کیا۔ پس جب تیسری رات کا کچھ حصّہ گذرا تو حضرت علی السلام وہ اُونٹ اور راہنما لے کر غار کے دہانے پر واپس آئے۔ پس رسولِ خدا اپنی سواری پر سوار ہوئے اور حضرت ابوبکر دوسری سواری پر پھر دونوں جانب مدینہ روانہ ہوئے اور قریش نے آپ کی تلاش میں ہر طرف آدمی بھیجے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر از خود راستہ میں آملے۔ اس کے بعد شریکِ سفر ہوئے۔

تحقیق مقام

یہی ہے کہ حضرت ابوبکر راستہ میں آکر شریکِ سفر ہوئے۔ حضرت عائشہ اور اسمآء کی وہ روایات جن سے پایا جاتا ہے کہ حضور حضرت ابوبکر کے گھر گئے وہاں سے خود خر ابوبکر کے راستہ سے دونوں بصلاح و مشورہ ایک ساتھ نکلے خلافِ قرآن و حدیث ہے۔ کیونکہ اوّلاً تو سردارانِ قریش کا جو خفیہ اجلاس دارالندوہ میں ہوا تھا۔ وہ مورخہ ۲۷ صفر ۱۳ھ روز پنجشنبہ ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء کو ہوا تھا اور اسی رات حضرت کے قتل کی تدبیر ٹھہری۔

دیکھو رحمتہً للعالمین ص۸۱ جلد اوّل اور تاریخ ص۲ جلد۲ میں صاف تصریح ہے۔ جبرائیل نے بعد مشورہ آکر فرمایا لا تبت اللّیلۃ علیٰ فراشک آج کی رات اپنے بستر پر نہ سو۔ اور یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ اسی دن بوقتِ شام وہ حضور کے دروازہ پر جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اور بالاتفاق یہ تمام تاریخوں میں ذکر ہے کہ جب حضور رات کے وقت ہجرت کے لئے نکلے ہیں تو اپنے گھر سے سُورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے کفّار کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے نکلے ہیں اور سیدھے غار کو گئے

اور تاریخ ابنِ کثیر ص۱۷۷ پر موجود ہے کہ:۔

فکان مّما انزل اللّٰہ فی ذالک الیوم وما کانوا اجمعوا لہٗ قولہ تعالیٰ واذ یمکر بک الّذین کفروا۔ الخ فاذن اللّٰہ لنبیّہٖ عند ذٰلک بالھجرۃ۔

کہ جس دن اجتماعِ کفّار ہوا، اسی دن آیۂ ہجرت اُتری اور اسی دن اذنِ ہجرت ہوا لہٰذا قبلِ اطلاع اور قبلِ اذن صلاح اور مشورے کیسے؟ سیدھی بات ہے کہ

مشرکین مشورہ کر کے ابھی منتشر ہوئے ہی تھے کہ جبرائیل آیا کہ آج بستر پر نہ سونا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے خلیفہ کے سپرد امانتیں کرنے لگے اور اپنا جانشین بنا کر چلے گئے۔ حضرت ابوبکر کو افراتفری میں معلوم ہوا کہ آپؐ چلے گئے ہیں، آپ بھی پیچھے جا کر شریکِ سفر ہو گئے، مکمّل سفر کا انتظام بعد میں ہوا۔

دوم:۔ قرآنی الفاظ بھی حضورؐ کے گھر سے خروج کے بعد ہی اثنیت ثابت کرتے ہیں اور اذ ھما فی الغار کے وقت ہی ضمیر تثنیہ استعمال ہوئی ہے ورنہ واحد ہی رہی ہے۔

سوم:۔ یہ روایت دُرِّ منثور کے علاوہ مسند احمد بن حنبل اور خصائص نسائی میں بھی موجود ہے جیسا کہ ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں۔

چہارم:۔ حضرت کے گھر سے نکلنے کی روایت کا راوی سوائے حضرت عائشہ اور اسماء کے کوئی دیگر ہے ہی نہیں اور وہ اس وقت کمسن بچیاں تھیں۔

پنجم:۔ آپ نے پڑھ لیا ہے کہ تمام انتظام سفر بلکہ کھانا پینا بھیجنے حتّٰی کہ اونٹ کرایہ رہنما تیار کرنے کا تمام تر سہرا حضرت علی علیہ السّلام کے سر پر ہے۔ اگر حضرت ابوبکر نے یہ انتظامات کئے ہوتے تو حضرت علی علیہ السلام کو یہ تکلیف نہ کرنی پڑتی۔

ثانی اثنین کی تحقیقِ عمیق

بات تو سیدھی ہے کہ خداوندِ عالم جنگ تبوک کے سفر سے جی چرانے والوں کو اپنی شبِ ہجرت کی نصرت اور امداد یاد کرا رہا ہے اور اپنے رسولؐ کی تنہائی اور وحدت کا بھی ذکر کر رہا ہے کہ اُس وقت میرے محبوب کے ساتھ دو نہ چار، بس نہ سو صرف ایک آدمی تھا اور اس کو بھی حزن ہو رہا تھا مگر میں نے اپنی غیبی امداد سے سب

کچھ کر دیا۔ مگر جن کو اپنی امامت چمکانے کا خبط ہے وہ بدعت اور جدّت سے کب باز آتے ہیں۔ دلائلِ مساعدت کریں یا نہ کریں وہ اس غار کے وقت کی اثنیت کو بھی دلیلِ خلافت بنا بیٹھے۔ بات بنتی ہوئی نہ دیکھ کر اپنے تمام مفسرین کا تخطیہ کر کے لفظ ثانی کو حال کی بجائے منصوب بنزع خافض کے بہانے مجرور بنانے لگے۔ یہ سب کچھ ان کی غربت فی النحو اور بے علمی کی دلیل ہے۔ ورنہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ایک مفسّر بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے آج تک اس کو منصوب بنزع خافض کہا ہو۔ فمن ادعی فعلیہ البیان۔ دوم قوانین بھی اس کی تائید نہیں کرتے، لیجئے ہم ان کی جہالت کو طشت از بام کر کے ان کے خلاف علماء کرام کے سامنے قرآن مجید پر رحم کی اپیل پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایسے ہی لوگ تھے جن کی قرآن فہمی کے متعلق علّامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے ؎

از شکر فیہاے ایں قرآن فروش
دیدہ ام رُوح الامیں را در خروش

مفسّرین کے اقوال در معنی ثانی اثنین

و معنی ثانی اثنین احد اثنین فانّہٗ اذا حضر اثنان فی موضع یکون کلّ واحد منھما ثانیا للاخر فیقال ثانی اثنین و براد احدھما لیس معھما ثالث فمعنی الایۃ فقد نصرہٗ اللّٰہ، احد اثنین ای انصرہٗ منفردًا الا عن ابی بکر۔ (شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی ص۳۳۳ جلد اوّل مطبوعہ مصر)۔

اور معنی ثانی اثنین کا دو میں سے ایک ہے۔ کیونکہ جب کسی مکان میں دو آدمی ہوں تو ہر ایک ان دونوں میں سے دوسرے کا ثانی ہوتا ہے۔ پس اس وقت

ثانی اثنین کہا جاتا ہے۔ اس وقت ثانی سے مراد ان دونوں کا وہ ایک ہوتا ہے جس کے ساتھ تیسرا نہ ہو۔ پس معنی اس آیت کا یہ ہوا کہ دو میں سے اس ایک کی مدد کی. جبکہ وہ تنہا تھا اور سوائے حضرت ابوبکر کے کوئی ساتھ نہ تھا۔

تفسیر کبیر ص۴۳۶ جلد دوم میں ہے کہ:۔ ثالث ثلاثه معناه واحد ثلاثه یعنی ثالث ثلاثہ کا مطلب تین میں سے ایک ہے۔

لفظ ثانی اثنین پر نحوی نظر

بعض مدعیانِ بے تحقیق کا یہ کہنا کہ آیت غار میں ثانی اثنین چونکہ حضرت ابوبکر کی صفت ہے۔ اس لئے اس کی نصب حال ہونے پر مبنی نہیں بلکہ منصوب بنزع خافض ہے غربت فی النحو حماقت کی دلیل ہے اور علمائے کرام کے سامنے سر دُھننے کا مقام ہے اور روپیہ برباد کرنے والے رؤساء کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ ایسے مدارس کو بند کیوں نہ کر دیا جائے جن کے اساتذہ بلکہ مدعیانِ امامت کو ثانی اثنین یا ثالث ثلاثہ کے معنی کی تحقیق نہیں جو چھوٹے چھوٹے کافیہ الفیہ پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں کہ جب گنتی کی تعداد جمع نمبر بتلانا مقصود ہو تو اسم عدد سے اسم فاعل کا صیغہ مفرد اور مرکب دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ مفرد جیسے ثانی اور ثانیہ اور مرکب جیسے ثانی اثنین اور ثالث ثلاثہ اور بصورت مرکب لفظ ثانی اور ثالث اس وقت احد کے معنی میں ہو جاتے ہیں چونکہ دو سے کم جماعت کا وجود ہی نہیں ہوتا لہٰذا اوّل الاحد کہنے کی ضرورت نہیں پہلا نمبر ثانی اثنین سے ہی شروع ہوگا۔ اور اس وقت ثانی بمعنی احد یعنی ایک ہوگا اور ایک ہی سے عدد کی ابتدا ہے۔ دیکھو کافیہ زینی زادہ ص۲۶

و فی الثانی ثالث ثلاثه الی احدها کہ جب اسم عدد سے صیغہ اسم فاعل بصیر کی بجائے برائے بیان حال ہو تو عدد مساوی یا عدد ما فوق کی طرف مضاف باضافت معنویہ ہوتا ہے اور اس وقت اسکے معنی ایک کے معہ ترکیب عدد ہوتے ہیں اور الفیہ ص۱۱۸ میں ہے:۔

و ان ترد بعض الذی منه بنی
تضف الیه مثل بعضٍ بین

کہ جب اسم عدد سے مشتق صیغہ اسم فاعل کے ساتھ اسم مشتق کا بعض حصہ ظاہر کرنا مقصود ہو تو اس کو اس کے مشتق منہ کی طرف مضاف کر دیا جاتا ہے جیسے ثانی کو اثنین کی طرف یا ثالث کو ثلاثہ کی طرف مضاف کر کے ثانی اثنین اور ثالث ثلاثہ کہا جاتا ہے اور اس وقت اس کے معنی ایک کے ہوتے ہیں جیسے لفظ بعض کے معنی بوقت اضافت بسوئے جمع ایک ہوتے ہیں جیسے بعض الحکماء اور بعض الشعراء

ابن یعیش شرح مفصل ص۳۶ جلد ششم میں صاف لکھا ہے کہ خدا کے قول ان اللہ ثالث ثلاثه اور اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین میں ثانی اور ثالث کے معنی یکے از جماعتہ کے ہیں اور اضافت لفظی نہیں بلکہ معنوی ہے اور یہی جامع الغموض ص۹۶ جلد دوم اور ابن عقیل ص۱۶۶ میں ہے اور رضی شرح کافیہ ص۳۶۰ نولکشوری میں پوری تفصیل موجود ہے کہ عدد معین سے جب فرد واحد کا ذکر مقصود ہو تو احد واحد کہہ دینا کافی ہے۔ لیکن اگر ترتیب بھی مطلوب ہو تو جماعت کی تعداد بلا ترتیب کے اصل عدد صیغہ اسم فاعل مشتق کر کے اس کی طرف مضاف کر دینا چاہیئے۔ جیسے ثلاثہ سے ثالث اور اثنین سے ثانی، تاکہ جماعت کی کُل تعداد بھی معلوم ہو جائے اور فرد مقصود بالذکر کا درجہ تعداد بھی۔

اب مدعی صاحب بتلائیں کہ خداوند کریم حسبِ تحقیق جمعیت مخرجہ کی تعداد بھی بتلانی چاہتا ہے۔ چونکہ مقصود بالذکر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ لہٰذا افراد جماعت کی گنتی بھی حضورؐ سے ہی شروع کرنا چاہتا ہے اور صرف ایک آدمی کی معیت بھی دکھلانا چاہتا ہے اور ان تمام مقاصد کے لیے ذرا ثانی اثنین سے مختصر جامع عبارت کل کائنات کے دفاتر میں دکھلائیے۔ یعنی کل جمعیت لفظ اثنین سے ظاہر ہے۔ ثانی بمعنی ایک وہ حضورؐ ہوئے۔ باقی رہا دوسرا وہ حضرت ابوبکر ہوئے۔ کل تعداد اوّلیتِ حضورؐ معیت حضرت ابوبکر سب کچھ ثابت صدق اللہ ورسولہٗ فاتوا بسورۃٍ من مثلہٖ وانما انما جاء بہٖ رسول اللہ۔ اگر یہاں ثانی بمعنی واحد نہ لیا جائے تو اضافت معنوی نہ رہے گی بلکہ لفظی ہو جائے گی۔ ثانی صیغہ صفت مان کر مضاف بسوئے مفعول ہو جائے گا اور اثنین کو مفعول ماننا پڑے گا۔ عبارت مہمل ہو جائے گی۔ اور اضافت معنوی کی صورت میں تخصیص یا تعریف ضروری ہے۔ اب مدعی صاحب ذرا غور کریں کہ یہاں تخصیص حضرت ابوبکر کی مقصود ہے یا محبوبِ خدا کی کیونکہ لفظ تو کل دو ہیں ثانی اور اثنین۔ اگر ثانی سے مراد دوسرا ہے تو اثنین سے مراد ایک ماننا پڑے گا جو کہ خلافِ معقول اور منقول ہے۔ اگر ثانی سے مراد ایک ہے تو اثنین سے مراد صاف دو ہیں۔ حضرت ابوبکر کو ثانی مان کر پہلے کرنا اور سرکارِ دوعالمؐ کو دوسرے درجہ پر لے جانا ان بے تحقیقوں کے سوا کون کرے۔

يا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم

معلوم ہوتا ہے کہ مدعی صاحب نے جلالین شریف سمجھ کے نہیں پڑھی ورنہ ثانی اثنین حال احد اثنین والاخر ابو بکر۔ جلالین ص۱۵۹ التوبہ سے صاف نظر آجاتا اور یہ سمجھ جاتے کہ مفسرین جو ثانی کا ترجمہ اَحد یعنی ایک اور اثنین کا آخر یعنی دو کیا ہے یہ کسی تحقیق پر مبنی ہے۔ سچ فرمایا رسالتمآبؐ

نے کہ قربِ قیامت میں لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ لطف یہ ہے کہ اس تحقیق پر خصوصی نمبر بھی نکل رہے ہیں اور بعض گدّی نشین دادِ تحسین کے علاوہ دوسری دُنیا کو بے دین بھی کہہ رہے ہیں۔ سچ ہے:

ع
وزیرِ چنیں شہریارے چناں

مگر افسوس ہم ان مدعیانِ بے تحقیق کو درسیات پڑھائیں یا قرآن اور حدیث سے حقائق پیش کریں۔ رہا ان کا یہ ثانی اثنین میں حال کی صورت میں حضرت ابوبکر کو اوّل ماننا پڑے گا اور حضورؐ کو ثانی، یہ درسیات سے جہالت کی دلیل ہے۔ ورنہ آپ نے اوپر پڑھ لیا ہے کہ نہ یہاں ثانی کے معنی ثانی ہیں نہ اثنین کے اوّل۔ ثانی بمعنی ایک اثنین بمعنے دو ایک تاجدارِ مدنی دوم حضرت ابوبکر کُل دوؔ ہوئے۔

رہا منصوب بنزع خافض کا ذکر سو معلوم ہوتا ہے کہ بنزع خافض کا کہیں سے نام سُن لیا ہے حقیقت معلوم نہیں۔ فرمائیے نزع خافض کا مسئلہ سماعی ہے یا قیاسی اگر قیاسی ہے تو یہاں کونسا قاعدہ نحوی متقاضی ہے کہ منصوب بنزع خافض مانا اگر سماعی ہے تو یہاں سند درکار ہے کہ یہاں کس مجتہد فی النحو نے اس کو بنزع خافض لکھا ہے۔

فأتوا بكتاب من قبله او اثارة من علم ان كنتم صادقين۔

دوسرا ثانی اثنین کو واضع نے وضع بھی بیان حال کے واسطے کیا ہے۔

رہا اقوالِ صحابہ سے استدلال تو یہ بے تحقیق لوگ ان کا مقصد اور معنی پھر نہیں سمجھے۔ مثلاً بخاری شریف سطر ۱۱ ص۱۰۷۲ سے جو حضرت عمرؓ کا قول پیش کرتے ہیں کہ ان ابا بکر صاحب رسول اللہ و ثانی اثنین۔ ذرا ان سے اس کی نحوی ترکیب دریافت کیجئے کہ ثانی اثنین کی واؤ کا عطف کس پر ہے

صاحب یا رسول اللہ پر بصورتِ اوّل ان کی خبر مرفوع ہونی چاہیئے۔ آپ نے زیر کیسے لگا دی۔ بصورتِ اوّل آپ کا مدعیٰ کیا؟ مطلب حضرت عمرؓ کا یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بھی صاحب ہیں اور ثانی اثنین کے بھی صاحب ہیں اور یہ مضاف مع مصر کی طرح اضافت بادنیٰ ملابست ہے ورنہ صاحب صیغہ اسم فاعل ہے اور مکین اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں۔ کیونکہ حضورؐ نہ اس کے فاعل ہیں نہ مفعول بلکہ صحبت کا ظرف ہیں۔ اس طرح صاحب! ثانی اثنین کہ یہ وہ بزرگ ہیں جن کا ثانی اثنین میں ذکر ہے وہ صدق۔ یہی حال دوسرے اقوال کا ہے سب میں تلمیح بآیۂ غار ہے مگر مدعی صاحب کی بلا جانے کہ تلمیح کیا ہوتی ہے کہ اس میں قصّوں کی طرف کیسے اشارے ہوتے ہیں۔ نقل کردہ تمام اقوال میں جہاں جہاں لفظ ثانی اثنین آیا ہے صرف آیۂ غار کی طرف اشارہ ہے ورنہ ایک قول ایسا نہیں جس میں کسی صحابی نے فرمایا ہو کہ اس آیت کی یہ تفسیر ہے یا اس سے مراد حضرت ابوبکر ہیں ورنہ تفسیر نہیں اشعار حسانؓ میں بھی یہی اشارہ ہے۔

ثانی اثنین عندالفلاسفہ

اَب ذرا حقائق الاشیاء کی رُو سے بھی اثنینت پر نظر فرمالیجئے تاکہ یہ بحث ختم ہو جائے۔ جن لوگوں نے کتب فلسفہ میں وحدت اور کثرت کی بحث پڑھی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وحدت اور کثرت کا مقابلہ ہے۔ وحدت کے ٹوٹنے سے کثرت آجاتی ہے، وحدت کی مختلف قسمیں ہیں۔ اگر ماہیّت نوعیہ میں اتفاق ہو تو مماثلت اور جنس میں نسبت اور کیف میں مشابہت کم میں مساوات شکل میں مشاکلات وضع میں موازات اور محاذات اطراف میں مطابقہ نسبت میں مناسبت کہلاتی ہے یہ سب وحدت کی قسمیں ہیں۔ یعنی جب ان کی نفی

ہو جاتی تو کثرت آجاتی ہے اور کثرت کی ابتدا وحدت کے بعد اثنیت سے شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ شرح مواقف ص۱۹۴ میں ہے الاثنان لا یتحد ان کہ اثنان یعنی جو دو ہوتے ہیں وہ کبھی متحد نہیں ہوتے۔

الاثنان عند اھل الحق من المتکلّمین ثلاثۃ اقسام کہ دو متکلّمین حق کے نزدیک تین قسم پر منقسم ہے۔ یعنی اگر تمام صفاتِ تفسیر میں دو موجود بالکل مشترک ہو جائیں تو یہ مثلین ہوں گی۔

قسم دوم الضّدان اگر محل واحد میں ایک جہت سے دونوں کا اجتماع محال ہو تو ضدین کہلاتے ہیں۔

قسم ثالث متخالفان یعنی مثلین کی ضد الخ

ہم اس بحث میں زیادہ نہیں جانا چاہیے۔ اتنا عرض ہے کہ ثانی اثنین میں دونوں صاحب مثلین تو ہو نہیں سکتے کیونکہ حضورؐ کی مثل تو ممتنع ہے۔ اَز اَزل تا ابد حضورؐ کی مثل عالم وجود میں نہیں آئی۔ باقی رہی مؤخر الذکر کی دو قسمیں سو وہی قابلِ غور ہیں کہ یہاں کیسی اثنیّت ہے جس کا علیم اور خبیر اور حقائق الاشیاء کے خالق نے حکم لگایا ہے اور کیوں لگایا ہے۔

آیۂ غار میں تو حکم اثنیت ہے اور آیۂ مباہلہ میں انفسنا اور شاہد منہٗ میں منہٗ کی جزویّت نفس رسولؐ اور جزوِ رسولؐ اور حکم اثنین سب قابلِ غور ہیں۔

ع بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

(۷)

تفسیر آیۂ شوریٰ

عرض کیا جا چکا ہے کہ اولی الامر سے مراد آئمہ معصومینؑ ہیں۔ مگر بعض سیادت انتساب جب تک آئمہ معصومینؑ کی سیادت پر ہاتھ نہ صاف کر لیں اُس وقت تک آرام کہاں آتا ہے۔

چنانچہ بیچارے پیش کردہ دلائل کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اولی الامر میں امر بمعنی حکم تسلیم ہو گیا جو خوشی کی بات ہے۔ اولی الامر میں جو الف لام ہے تو یہ اشارہ کرتا ہے اس امر کی طرف جو سُورۂ شوریٰ میں ہے۔ پارہ ۲۵ تلاوت کیجئے۔

وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۵ پ ۲۵

فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خداوند کریم نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے صحابہ کرام کی حالت بیان فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنے مالکِ حقیقی کی بات تسلیم کر لی ہے اور نماز قائم کی اور ان کی حکومت جو ہو گی تو باہمی مشورہ سے ہو گی۔

یہاں آخری فِقرہ بطور پیشین گوئی کے ارشاد ہوا ہے۔ اسی لئے پہلے دونوں فِقرے بصیغۂ ماضی لائے گئے اور تیسرے فِقرہ کی صورت بدل دی ہے اور "امرھم" سے مراد حکم ہے۔

اَلْجَوَاب

سُبْحَانَ اللہ ! سُورۂ شُوریٰ مکّی اور سُورۂ نساء جس میں اولی الامر کی اطاعت کا حاضر کو حکم ہو رہا ہے وہ مدنی مگر اولی الامر کا وجود نہ مکّہ میں نہ مدینہ میں یہ بعد کی خلافت کی پیشین گوئی ہو رہی ہے۔ یعنی امرھم شوریٰ انعقادِ خلافت کی تجویز مکّہ معظمہ میں انصار کی طرف سے ہوئی جہاں ابھی حکومتِ رسالت کا حکم مدینہ منوّرہ میں ہوا۔ مگر اولی الامر کا ظہور حضورؐ کی وفات کے بعد ہوا۔ کیوں نہ ہو امام تو نہ ہوئے کھیل ہوئے۔

حضرات ! آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ مدعیانِ بے تحقیق اپنی جہالت سے دونوں آیتوں میں ایک ہی معنی امر بمعنی حکم سمجھ رہے ہیں۔ اور مقصود بھی اسی طرح ہو سکتا ہے۔ خواہ مخواہ کا جوڑ بھی لگا رہے ہیں جو آپ کی جہالت کی دلیل ہے۔ لیجئے دونوں آیتوں کے معانی ان کے اپنے مسلّمات سے سُن لیجئے کہ حضرت کی امامت کا راز بھی کُھل جائے اور قرآن دانی کا پتہ بھی چل جائے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ پ ۵۔ النساء

اَے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ فرمانبرداری کرو اللہ کی اور کہا مانو رسولؐ کا اور صاحبوں حکم کے تم میں سے۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین ص ۹۷

۲۔ تم میں سے جو لوگ اہلِ حکومت ہوں ان کا۔ ترجمہ شاہ اشرف علی تھانوی ص ۹۷

۳۔ فرمانروایان را از جنس خویش ۔ ترجمہ شاہ ولی اللہ صہ ۸۸

۴۔ خداوندانِ حکم را ۔ ترجمہ شیخ الہند صہ ۸

یعنی آیت اولی الامر میں اولی الامر کا ترجمہ ان بزرگوں کی زبانی فرمانروا ، خداوندانِ حکم ، اہلِ حکومت اور صاحبانِ حکم ہے ۔ یعنی امر بمعنی حکم ہے ۔ اب ذرا آیۂ شوریٰ میں امر کا معنی بھی انہی بزرگوں کی زبانی سُن لیجئے تا کہ الف لام عہدی کا بھی پتہ چل جائے ۔

آیۂ شوریٰ

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥

ترجمہ شاہ رفیع الدین :۔ اور وہ لوگ کہ قبول کیا اُنہوں نے واسطے پروردگار اپنے کے اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور کام ان کا مشاورت سے ہے درمیان ان کے اور اس چیز سے جو دی ہے ہم نے خرچ کرتے ہیں ۔

ترجمہ اشرف علی تھانوی :۔ اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کے ہر کام جس میں بالتعیّن نص نہ ہو آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں ۔ فائدہ ۱ از تھانوی ہر کام سے مراد ہر مہتم بالشّان کام ہے ۔ اس لئے کہ معمولی کاموں میں مشورہ معقول نہیں ، جیسے دو وقت کا کھانا وغیرہ اور نص نہ ہونے کی قید ، اس لئے کہ منصوصاتِ متعیّنہ میں بھی مشورہ نہیں ، جیسے یہ مشورہ کہ پانچ وقت کی نماز پڑھا کروں یا نہ پڑھوں ۔ فائدہ از راقم اس سے معلوم ہوا کہ خلافتِ ثلاثہ بے نص تھی ۔ ورنہ شوریٰ کی ضرورت نہ پڑتی ۔ اور صہ ۸۷ میں بھی تھانوی صاحب شاورھم فی الامر کے تحت فرماتے ہیں یہ جو کہا گیا کہ خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے

رہا کریں تو ان سے مراد وہ اُمور ہیں جن میں آپ پہ وحی نازل نہ ہوئی ہو ۔ ورنہ بعدِ وحی مشوروں کی کوئی گنجائش نہیں ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نص کا دعویٰ بیکار ۔

ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب :۔ وکارِ ایشاں از سر مشورت کردن است باہم بایکدیگر ۔ صہ ۴۸۶ مطبوعہ کراچی ۔

ترجمہ شیخ الہند :۔ وکارِ ایشاں مشورت کردن است باہم صہ ۴۸۶ مطبوعہ کراچی ۔

ان چار مسلّمہ ترجموں سے معلوم ہوا کہ یہاں پر امر بمعنی کام اور کار ہے اور وہاں امر بمعنی حکم ہے ۔ پس عہد کیسا عہد میں تو وحدت شرط ہے ۔

آیۂ شوریٰ اور تفاسیر فریق ثانی

جلالین صہ ۴۰۴ میں وامرھم الذی یبدو نھم یعنی جو کام ان کے لئے پیش آتے ہیں ۔ اور مدارک صہ ۸۳ جلد چہارم میں نزلت فی الانصار وامرھم شوریٰ ذوشوریٰ لا ینفرون برائی حتّٰی یجتمعوا علیہ کہ یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ وہ صاحبِ مشورہ ہیں انفرادی رائے سے کوئی کام نہیں کرتے جب تک اس پہ جمع نہ ہو جائیں ۔ اور تفسیر کبیر صہ ۹۹ جلد ہفتم میں وامرھم شوریٰ بینھم فقیل کان اذا وقعت الواقعۃ اقیموا تشاور ۔

کہ جب کوئی واقعہ ہو تو جمع ہو کر مشورہ کرتے ہیں ۔ تو ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ایک ترجمہ بھی مدعی صاحب ایسا نہ دکھلا سکیں گے جس سے آیۂ شوریٰ میں امر بمعنی حکم ہو بلکہ امر بمعنی فعل ہے اور وہاں امر بمعنی حکم ہے ۔ کجا فعل اور کجا حکم معلوم ہوتا ہے مدعی صاحب یہ فرق نہیں سمجھ سکے کہ امر بمعنی حکم اور امر بمعنی فعل

میں فرق کیا ہے ۔ حالانکہ ہم قبل ازیں نقل کر چکے ہیں ۔ لیجئے دوبارہ عرض ہے ۔

انّ العرب تفرق بین جمع الامر الّذی هو القول فقالوا فیه اوامر والامر الّذی هو الفعل فقالوا فی جمعه امور ۔ (اصول سرخسی صنا جلد اوّل مطبوعہ مصر) ۔

کہ تحقیق عرب لوگ امر بمعنی حکم فعل کی جمع میں فرق کرتے ہیں ۔ ان کے ہاں امر بمعنی حکم کی جمع "اوامر" آتی ہے اور امر بمعنی فعل کی جمع "امور" آتی ہے ۔

ببیں تفاوت راہ از کجا ست تا بکجا

اب مدعی صاحب سے پوچھئے کہ اوامر کہاں اور امور کہاں ؟ اسی برتے پر دعوئی امامت ہے ۔ میرا خیال ہے اب ذرا صدر مدرس صاحب بھی خیال فرما کر ان کو سمجھا دیں تو کوئی حرج نہیں ۔ اور اصول سرخسی صلا سے وامرهم شوریٰ بینهم الی افعالهم پر بھی ان کی نظر کرا دیں تو اچھا ہے اور ذرا تفسیروں کی عبارتوں پر بھی نظر کر لیں کہ امرهم شوریٰ کی تفسیر میں امر کی جمع امور لکھی ہے یا اوامر ۔ اور الف لام عہدی پر بھی نظر کریں ۔

قارئین ! ذرا غور کیجئے ۔ مَیں ان کو سبق پڑھایا کروں یا حقائق دکھایا کروں ۔ یہ تو ہے ان کے الف لام کی حقیقت ۔ اب ذرا حضرت کی نحو دانی بھی ملاحظہ فرما لیجئے :۔

فرماتے ہیں کہ زیرِ نظر آیت میں امر میں جو الف لام آیا ہے تو یہ اشارہ کر رہا ہے اسی امر کی طرف جو سورۂ شوریٰ میں ہے یعنی الف لام برائے عہد خارجی ہے اور آیۂ اولی الامر میں وہی امر مراد ہے جو آیۂ شوریٰ میں ہے ۔ میرا دعویٰ ہے کہ دونوں امروں کو بمعنی واحد ثابت کر کے آپ انعام لے سکتے ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے الف لام عہدی کی تعریف پڑھی سُنی تو ہوگی مگر یاد نہیں رکھی ۔

لیجئے کافیہ کی شرح پر دوبارہ نظر فرمایئے :۔

الف لام عہد خارجی آنست کہ اشارت کند بسوئے ماہیت مدخول خود ازیں حیثیت کہ آں ماہیت موجود است در فردے کہ معین و معہود است میان متکلّم و مخاطب در خارج مثل قولہ تعالیٰ :۔ ارسلنا الی فرعون الرّسول فعصیٰ فرعون الرّسول ۔ (جامع الغموض صٹ) ۔

اب فرمایئے ! دونوں جگہ رسولؐ واحد ہے یا کچھ فرق ہے ۔ اور اگر واحد ہے تو اسی طرح دونوں جگہ امر بمعنی حکم کسی ترجمہ یا تفسیر سے ثابت کیجئے ورنہ دونہ خرط القتاد ۔ خداوند عالم نے بطور حکایت ان کی مدح فرمائی ہے اور جناب کو پیشین گوئی کی سوجھی ہے ۔

تحقیق شوریٰ اور خلافت

شوریٰ سے مراد مجلس مشاورت برائے استماع دعاوی ہوتی ہے کما فی المنجد ۔ مگر ہمارا دعویٰ علیٰ سبیل التنزل یہ ہے کہ اگر تحقیقِ عمیق سے کام لیا جائے تو شاید ان لوگوں کا مقصد شوریٰ سے بھی پورا نہ ہو سکے ۔ کیونکہ یہاں تو اصل شوریٰ بھی مفقود ہے ۔ صحیح طور پر نہ کوئی مجلسِ شوریٰ ہوئی اور نہ شبہات زائل ہوئے ۔ جیسا کہ امیر المومنین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ان کنت بالشوریٰ ملکت امورهم فکیف بهذا والمشیرون غیب (نہج البلاغہ) ۔ کہ قرابت النبیؐ کو چھوڑ کر شوریٰ کی آڑ لینے والے ذرا یہ تو بتلا کہ جب مشیر ہی غائب تھے تو شوریٰ کیسا ؟

اوّل حضرت اوّل کی نسبت سُنیئے

اصحّ الکتب بخاری شریف ص۱۰۰۹ جلد دوم میں ہے :۔

كانت بيعة ابي بكر انما فلتة و تمت الا و انها وقد كانت
كذالك ولكن الله وقى شرها وليس منكم من تقطع الاعناق اليه
مثل ابي بكر من بايع رجلا عن غير مشورة من المسلمين فلا
تبايع هو ولا الذي تابعه تغرة ان يقتلا۔

ترجمہ:- سوائے اس کے نہیں کہ حضرت ابوبکر کی بیعت اچانک بلا مشورہ ہوئی تھی اور پوری ہوگئی۔ خبردار! وہ بیشک ایسے ہی ہوئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس کے شر سے بچالیا۔ مگر حضرت ابوبکر کی مثل تم میں کون ہے جس کی طرف سے لوگ سواریاں مار مار کر آئیں گے۔ لیکن جس نے اب مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی آدمی کی بیعت کی اس کی تابعداری نہیں کی جائے گی۔ بلکہ خطرہ ہے کہ کہیں تابع و متبوع دونوں قتل نہ ہوجائیں۔

لیجئے! حضرت عمر کی زبان سے ثابت ہوگیا کہ حضرت ابوبکر کی بیعت اچانک بلا مشورہ ہوئی تھی جیسا کہ فیض الباری شرح صحیح بخاری اردو ص۳۸، پ۲۸ مطبوعہ محمدی لاہور۔ از مولوی محمد ابوالحسن سے صاف تصریح ہے۔

یعنی حضرت نے فرمایا میں ڈراؤں گا ان لوگوں کو جو اچھلتے ہیں خلافت پر بدون عہد اور مشورہ کے کما وقع لابی بکر جیسا کہ واقع ہوا واسطے ابوبکر کے اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص۱۶۳ جلد ۱۱ میں ہے کہ:

وقال الداؤدی معنی قوله كانت فلتة انها وقعت من غير
مشورة مع جميع من كان ينبغی ان يشاوروا۔

کہ داؤدی نے کہا کہ فلتۃ کے معنی یہ ہیں کہ حضرت ابوبکر کی بیعت ان تمام لوگوں کے مشورہ کے بغیر ہوئی جن سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ انصار

کی مخالفت اور حضرت علیؑ کا تخلف تو متواتر ہیں۔ سعد بن عبادہ کی حالت شوریٰ کے منافی ہے اور حکومت میں جانے کے بعد لوگوں سے بالاکراہ بیعت مانگنا یا لینا شوریٰ میں داخل نہیں ہوتا اور اس کا اعتبار نہیں۔ لیجئے! نص پہلے ہی نہ تھی، شوریٰ اب آگیا۔ آئندہ آپ دانا ہیں۔ حضرت علیؑ اور زبیر اور انکے ساتھیوں کی نسبت صاف لکھا ہے کہ خالف عنا کہ یہ لوگ خلاف کر گئے۔ چھ ماہ کے بعد جو مجبوریاں حضرت علی علیہ السلام کو پیش آئیں، صحیح مسلم ص۹۱ جلد دوم کے لفظ استنكر على وجوه الناس سے صاف ظاہر ہے حضرت علیؑ سے لوگوں کے چہرے بدل گئے۔ کیا شوریٰ اسی کا نام ہے؟ اور صحیح مسلم ص۹۱ پر صاف ہے کہ امیرالمومنینؑ نے ولكن استبددت علينا بالامر کہہ کر اس بیعت کو شوریٰ کے مرتبہ کو بھی ساقط کر دیا تھا کہ آپ لوگوں نے یہ خلافت ہم پر بلا مشورہ مسلط کر دی ہے حالانکہ حق ہمارا ہے کیونکہ ہم اقرباء رسولؐ اور اہلبیتؑ ہیں۔

اب حضرت ثانی کی نسبت بھی سنیئے

ماشاءاللہ آپ شوریٰ کی بجائے حضرت ابوبکر کی نص سے خلیفہ بنے تھے دیکھو ازالۃ الخفاء مترجم از عبدالشکور۔ مقصد اول ص۱۵ کہ طریق دوم استخلاف خلیفہ مجتمع شروط است انعقاد خلافت حضرت فاروق بہمین طریق بود۔ کہ طریقۂ دوم انعقاد خلافت کا یہ ہے کہ کسی جامع الشرائط آدمی کیلئے خلیفہ سابق نص کر دے اور حضرت فاروق کی خلافت کا انعقاد اسی طریق پر ہوا تھا۔

حتیٰ کہ روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ نص حضرت ابوبکر نے وقت نزع

باوجود غش پر غش آنیکے تحریر کروا دی تھی۔ مگر اُس وقت نہ کسی نے حسبنا کتاب اللہ کہا نہ حسبنا حدیث، نہ حسبنا شوریٰ۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ھذا ما عھد ابو بکر بن ابی قحافہ فی اخر عھدہ بالدنیا خارجاً منھا وعند اول عھد بالآخرۃ داخلاً فیھا حیث یومن الکافر و یوقن الفاجر و یصدق الکاذب انی استخلفت علیکم بعدی عمر بن الخطاب فاسمعوا لہ واطیعوا و انی لم آل اللہ و رسولہ و دینہ و نفسی و ایاکم خیر فان عدل فذالک ظنی بہ وعلمی فیہ و ان بدل فلکل امرء ما اکتسب والخیر اردت ولا اعلم الغیب وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ترجمہ وصیّت حضرت ابوبکر بحقِ حضرت عمرؓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط یہ وہ وصیّت ہے جو ابوبکر بن قحافہ نے دنیا سے چلتے وقت اس آخری وصیّت میں اور آخرت کو جاتے ہوئے اس کے پہلے عہد میں کی۔ یہ ایسا وقت ہے جب کہ کافر بھی ایمان لانے کو تیار ہوتا ہے اور فاجر بھی یقین کر لیتا ہے اور کاذب بھی سچ بولتا ہے کہ میں نے تم پر حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنادیا۔ پس اسی کا حکم مانو اور اطاعت کرو۔ اور میں نے حقِ خدا اور رسولؐ اور دینِ خدا تمہارے حق میں، حتی الامکان امرِ نیک سے کوئی کوتاہی نہیں کی پس اگر اس نے عدل کیا تو میرا ظن ان کی نسبت یہی ہے اور اس بارے میں میرا علم بھی یہی ہے۔ لیکن اگر بدل جائے تو ہر شخص اپنے اعمال کا ذمّہ دار ہے اور

میں علمِ غیب جانتا نہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون اور عنقریب ظالموں کو پتہ چل جائیگا کہ کس کروٹ پر بیٹھے ہیں۔

علّامہ شبلی نعمانی نے الفاروق میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان کو بلایا اور عہدنامۂ خلافت لکھوانا شروع کیا۔ ابتدائی الفاظ لکھوا چکے تھے کہ غش آگیا۔ حضرت عثمان نے یہ دیکھ کر کہ یہ الفاظ اپنی طرف سے لکھ دیئے کہ میں عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو حضرت عثمان کو کہا کہ کیا لکھا تھا مجھ کو پڑھ کر سناؤ۔ حضرت عثمان نے پڑھا تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اُٹھے اور کہا کہ خدا تم کو جزائے خیر دے (یعنی مطلب یہی تھا)۔

سبحان اللہ! حضرت ابوبکر عالمِ نزع میں وصیّت لکھوا رہے ہیں، حضرت عثمان لکھ رہے ہیں اور حضرت عمرؓ کے حق میں لکھی جارہی ہے۔ نہ کسی کو مرنے والے بزرگ کی "تکلیف" کا خیال ہے اور نہ کوئی حسبنا کتاب اللہ کہتا ہے۔ کل جب نزع کے عالم میں رسالتمآبؐ نے یہی قلم دوات مانگی تھی تو انہی بزرگوں کو بشریّت کے تقاضے بھی سوجھ گئے تھے۔ حضورؐ کی تکلیف کا احساس بھی ہو گیا تھا اور "حسبنا کتاب اللہ" کا معقول عذر مانع از تحریر بھی ہو گیا تھا۔ سچ ہے:۔

کل شبِ وصل کیا خوب بجی تھیں گھڑیاں
آج کیا مر گئے گھڑیال بجانے والے

لیجئے قارئین! معلوم ہوا کہ استخلاف کے معنی نص کرنے کے ہیں چنانچہ حضرت ابوبکر کا لفظ استخلف علیکم یاد رکھیئے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر یہاں شوریٰ ہوتا تو ضرورتِ نص نہ تھی۔ دوم یہ بھی ہوا کہ جو لوگ ان بزرگوں کی نسبت آیۂ استخلاف یا دیگر نصوص کے دعوے کرتے ہیں سب

قیاس آرائیاں ہیں۔ کیونکہ شوریٰ کی وہاں ضرورت ہے جہاں نص نہ ہو۔ اگر ان کے حق میں کوئی قرآنی نص ہوتی تو شوریٰ کے سہارے کی ضرورت ہی نہ تھی معاملہ صاف ہوگیا نہ شوریٰ رہا نہ نص۔

شوریٰ اور حضرت عثمان

فیاللہ وللشوریٰ

واقعات شاہد ہیں کہ شوریٰ کی ابتداء حضرت عثمان کے حق میں ہوئی مگر اس میں بھی ذاتی اغراض نے اپنا دخل نہ چھوڑا۔ چنانچہ اس کا خلاصہ مدعیٰ کے مسلّمہ بزرگ محمّد عبدہٗ مصری کی زبانی سُنیئے۔ اس کی زبانی سُنیئے جس کی تفسیر کا حوالہ آیۂ اولی الامر کی تفسیر میں دے چکے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:۔

وستّۃ رجال الشّوریٰ ھم علی بن ابی طالب وعثمان بن عفان وطلحۃ بن عبید اللہ والزّبیر بن العوام وعبد الرّحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنھم وکان سعد من بنی عمّ عبد الرّحمٰن کلاھما من بنی زھرہ وکان فی نفسہ شیئٌ من علی کرّم اللہ وجہہ من قبل اخوالہ لان امہ حنتمۃ بنت ابی سفیان بن امیّہ بن عبد الشّمس ولعلی فی قتل صنادیدھم ماھو معروف مشھور وعبد الرّحمٰن کان صھراً لعثمان لان زوجتہ امّ کلثوم بنت عقبۃ بن ابی معیط کانت اخت لعثمان من امّہ وکان طلحۃ میالاً لعثمان بصلات بینھما علی ما ذکرہ بعض رواۃ الاثر وقد یکفی فی میلہ الیٰ عثمان انحرافہ عن علی لانّہ وقد کان

بین بنی ھاشم وبنی تیم مواجد لمکان الخلافۃ لابی بکر۔ (حاشیہ نہج البلاغہ صہ ۲۹ جلد اوّل مطبوعہ مصر)۔

کہ حضرت عُمر نے چھ آدمیوں کو برائے شوریٰ نامزد کیا تھا۔ حضرت علیؑ، حضرت عثمان، طلحہ زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور حضرت سعد حضرت عبدالرحمٰن کے چچازادوں میں سے تھے۔ کیونکہ خاندان بنی زہرہ سے تھے اور حضرت علیؑ کی طرف سے اپنے ماموؤں کی طرف سے کچھ دل میں کینہ رکھتے تھے۔ کیونکہ والدہ ماجدہ حنتمہ ابوسفیان بن امیّہ بن عبدالشّمس کی بیٹی تھی اور ان کے بڑوں کے قتل میں علیؑ کا جو کچھ ہاتھ ہے وہ مشہور و معروف ہے اور عبدالرحمٰن بھی حضرت عثمانؓ سے سُسرالی رشتہ رکھتا تھا کیونکہ اس کی زوجہ امّ کلثوم دختر عقبہ بن ابی معیط حضرت عثمان کی ماں کی طرف سے بہن تھی طلحہ عثمان کا دوست تھا۔ تحفے تحائف کی وجہ سے جو ان کے ہاں باہم ہوتے رہتے تھے جیسا کہ بعض مؤرخین نے اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے حضرت عثمان کی طرف مائل اور حضرت علیؑ سے منحرف ہونے کے لئے ان کا تیمی ہونا کافی ہے کیونکہ بنی ہاشم اور بنی تیم کے درمیان خلافتِ ابوبکر کی وجہ سے رنجشیں تو موجود تھیں ہی۔

لیجئے! یہ ہے اس مجلسِ شوریٰ کی غیر جانبداری کا حال جو در بابِ خلافتِ حضرت علیؑ اور حضرت عثمان کے دعاوی سُننے کے لئے بیٹھی تھی۔ اس لئے جناب امیرالمؤمنینؑ نے شاید اس شوریٰ کے ہاتھ سے یوں فریاد کی یااللہ وللشّوریٰ۔

مجلسِ شوریٰ میں دعویٰ امیر المومنین کے چند دلائل

واخرج الدّارالقطنی انّ علیًا یوم الشّوریٰ احتجّ علی اھلھا فقال لھم انشدکم باللّٰہ ھل فیکم احد اقرب الی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ وسلّم فی الرّحم منّی ومن جعلہ نفسہٗ وابناءہٗ ابناءہ ونساءہٗ نساء غیری قالوا اللّٰھمّ لا الحدیث۔

ترجمہ:۔ دارقطنی نے یہ حدیث باسند روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے روزِ مجلس شوریٰ اہلِ شوریٰ پر یوں اپنے دلائل پیش کئے کہ تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں بتلاؤ! کوئی تم میں مجھ سے بڑھ کر رسولؐ اللہ کا رحم میں قریبی ہے اور کوئی جس کو رسولؐ اللہ نے اپنا نفس قرار دیا ہو یعنی اس کی جان جانِ رسولؐ ہو اور اس کے بیٹے بیٹیوں کو اپنے بیٹے بیٹیاں فرمایا ہو۔ سب نے جواب دیا خدا شاہد ہے ایسا کوئی نہیں۔ بس معاملہ ختم۔ جب کوئی اور آپؑ کا مساوی نہیں تو خلافت افضل کو چاہیئے۔ (صواعق محرقہ ابنِ حجر مکّی صـ۹۳ مطبوعہ مصر)۔

دوسرا تو حدیثِ رسولؐ بھی ثابت ہو گیا کیونکہ مجلس شوریٰ میں حضرت عثمان بھی بیٹھے تھے وہ بھی کہہ سکتے تھے کہ میرے وہ بچے جو حضرت رقیہؓ سے ہیں حضورؐ کے بیٹے تھے کیونکہ میں بھی حضورؐ کا داماد ہوں آپ کی کیا خصوصیّت۔

شہادتِ حضرت عثمانؓ اور عملِ صحابہؓ کرام

دیکھئے قارئین! یہ ایک ہی خلافت تھی جو صحابہ کرام کے مندرجہ بالا قسم کے شوریٰ سے ظہور میں آئی تھی مگر نوڑ نہ چڑھ سکی۔

جب اتفاقِ صحابہ کرام نہ رہا تو حضرت عثمان شہید ہو گئے۔ چنانچہ علّامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے:۔ فخرج اصحاب محمّد من عندہ عقبان وشکوی امرہ۔ تاریخ الخلفاء صـ۱۱۲، کہ حضرت علیؑ، طلحہ، زبیر، سعد اور دیگر چند صحابہ جو سب کے سب بدری تھے محمّد بن ابی بکر کی واپسی پر خط، غلام اور شُتر لے کر حضرت عثمان کے پاس گئے۔ آخر مروان کے دینے پر مُصر ہوئے لیکن جب آپ نے اس کے دینے سے بھی انکار فرمایا تو صحابہؓ کرام ناراض ہو کر باہر تشریف لے آئے، اس امر میں آپ کے شاکی ہوئے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ کچھ صحابہ کرام حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو ذر غفاری کی وجہ سے پہلے ہی ناراض تھے، مگر محمّد عبدہٗ مصری نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف بھی آخر حضرت عثمان سے ناراض ہو گئے تھے اور قطع تعلقی کی حالت ہی میں مر گئے تھے۔ (دیکھو شرح نہج البلاغہ)

یعنی جن بزرگوں کے شوریٰ سے یہ خلافت بنی تھی۔ آخر انہی کی رنجشوں سے کمزور ہوئی اور حالات یہاں تک بگڑ گئے کہ حضرت عثمان کی شہادت دار الامان میں واقع ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ٥

دیکھئے! ہر سہ خلافتوں میں شوریٰ کا یہ حال ہے کہ نہ معلوم یہ لوگ امرھم شوریٰ بینھم کی آیت کو بے محل پیش کرنے کی جسارت کیوں کرتے رہے ہیں اور عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہاں امر بمعنی حکم نہیں بلکہ فعل ہے اور فعل سے ایسے فعل مراد نہیں جن میں نص اور وحی نہ اُتری ہو اور دین کے بجائے دنیا کے کام ہیں کیونکہ "امرھم" کی اضافت صاف تبلا رہی ہے کہ یہ ان کے اپنے کام ہیں ورنہ دین بذریعہ وحیٔ الٰہی مکمّل ہو چکا ہے۔ نہ اس میں شوریٰ کی ضرورت ہے نہ اجماع کی، نہ جبر کی اور نہ استبداد کی۔

امیر المؤمنینؑ کے الزامی خط بمعاویہ کا جواب باصواب

بار ہا عرض ہو چکا ہے کہ یہ اصولِ جدل پر الزامی خط ہے۔ بلکہ ہم پوری خط و کتابت "صداقت" میں نقل کر چکے ہیں۔ اس کو بار بار پیش کرنا حماقت یا فقدانِ دلائل کی دلیل ہے۔ ورنہ عرض ہو چکا ہے کہ یہ وہی ضابطہ ہے جو حضرت عمر نے مجلسِ شوریٰ نامزد کرتے وقت فرمایا تھا اور جناب امیرؑ اس کو معاویہ کے سامنے پیش کر رہے ہیں تاکہ اس کو اس کے مسلّمات سے منوایا جائے جیسا کہ دستورِ مناظرہ ہے۔

شوریٰ مہاجر و انصار کا شمول بحکم حضرت عمر

عن انس قال ارسل عمر الی ابی طلحۃ الانصاری قبل ان یموت بساعۃ فقال کن فی خمسین من الانصار مع ھؤلاء النفر اصحاب الشوریٰ فانھم فیما احسب یجتمعون فی بیت فقم علی ذالک الباب باصحابک فلا تترک احدا یدخل ولا تترک یمضی الیوم الثالث حتی یؤمروا واحدا ھم۔ (تاریخ الخلفاء مجتبائی ص۱۰۹)

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے ابوطلحہ انصاری میرِ جیش کو حکم دیا کہ پچاس انصاریوں کو لے کر ان اصحاب الشوریٰ کے ساتھ ہو جانا میرے خیال میں یہ کسی گھر میں جمع ہوں گے اس کے دروازے پر کھڑے رہنا تیسرا دن نہ گذرنے پائے کہ یہ کوئی اپنا امیر چن لیں (یہ تھا انصار کے شمول کا بحکم عمر

بشوریٰ مہاجرین)۔

اب ذرا اہلِ بدر کی تخصیص اور خلفاء کے خروج عن الشوریٰ کا حکم بھی سُن لیجئے:۔

عن عمر انّہ قال ھذا الامر فی اھل بدر مابقی منھم احدٌ ثمّ فی اھل اُحد مابقی منھم احدٌ وفی کذا وکذا ولیس فیھا الطلیق و لولد طلیق ولا لمسلمۃ الفتح۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۵۴)۔

حضرت عمر نے فرمایا کہ اس امرِ شوریٰ کا حق اوّلاً تو اہلِ بدر کو ہے جب تک کہ ان میں ایک بھی زندہ ہے۔ پھر اہلِ اُحد کو جب تک ان میں ایک بھی زندہ ہے ان کو اور ان کو اور ان کو کوئی حق نہیں ہے جو فتح مکّہ کے دن اسلام لائے اور غلام نہ بنائے گئے۔

یہ وہ ضوابط ہیں جن کی بنا پر جناب امیر علیہ السّلام معاویہ کو الزام دے کر اپنی بیعت اس پر لازم کر رہے ہیں۔ نہ اس کا کسی آیت کی تفسیر سے تعلّق ہے نہ حدیث سے، نہ ہی نہج البلاغہ کے شارح نے آج تک یہ لکھا ہے۔ اگر خلفاء اسی شوریٰ سے بنتے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ تو جناب امیرؑ ان خلفاء کا خلاف اور انکار کیوں کرتے، اور آپ کی طبع میں کرامت آثار کیوں رہتے جس پر اللہ راضی ہو جناب کیوں نہ راضی ہوں۔ ہاں اسی خط کے جواب الجواب میں معاویہ نے لکھا ہے:۔

وکلّھم حسدت وعلی کلّھم بغیت عرفنا ذالک فی نظرک الشّزر تنفسک الصّعداء والبطاءک علی الخلفاء وانت فی کلّ ذالک تقاء کما یقاد البعیر المحشوش حتّی تبایع وانت کارہ (عقد الفرید ص۲۰۷ جلد سوم۔ مطبوعہ مصر)۔

کہ اے علیؑ! تُو نے تمام خلفاء پر حسد کیا اور تمام پر بغاوت کی ہم یہ سب کچھ تیری نظر خشم آلُودہ اور سرد آہوں اور خلفاء کی نُصرت سے پہلُو تہی کرنے سے پہچان گئے تھے۔ اور تمام خلافتوں میں بیعت کرنے کے لئے تمہیں اُونٹ کی طرح کھینچا گیا، حالانکہ تیری کراہیّت بدستور رہی۔ اور جناب امیرؑ نے بھی اپنے جواب میں اس کا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں "بغاوت میں نے نہیں کی کیونکہ بغاوت امام برحق کے خلاف خروج کا نام ہے اور رہا کراہیّت کا سوال سو اس کے لئے مَیں کسی کے سامنے معذرت خواہ نہیں ہوں۔" (عقد الفرید ص۱۰۹ جلد سوم)۔

خلافتِ اوّل میں جناب امیرؑ کا خلاف خالف عنّا۔ (صحیح بخاری ص۱۰۰۹ جلد دوم)۔ اور فرأیتماہ (صحیح مسلم ص۹۱ جلد دوم، اور احراق بابِ فاطمہؑ کی روایات سے بخوبی ظاہر ہے اور خلافتِ ثانی میں جناب امیرؑ کی کراہیّت فقال یا لعنا عن فیھا وان کان عمر سے صاف ظاہر ہے کہ ہم صحیفہ والے کو مان گئے خواہ عُمر کیوں نہ ہو۔

وقتِ شوریٰ جناب امیرؑ کے تاثرات

اب ذرا جناب امیر علیہ السّلام کے صبر و شکر کے قصّے بھی سُن لیجئے:۔

کہ پھر عبدالرحمٰن بن عوف نے روزِ شوریٰ حضرت عثمان کو بُلایا اور جو کچھ حضرت علیؑ کو کہا تھا ان کو بھی کہا، اُنہوں نے کہا مجھے منظور ہے۔ پس پھر عبدالرحمٰن نے ان کی بیعت کی۔ اس پر علیؑ نے کہا تُو نے اس کو بر سم زمانہ کر دیا ہے۔ یہ پہلا دن نہیں کہ تم نے اس میں ہم پہ زیادتی کی ہو، پس صبر جمیل اور اللہ

مددگار اس پر جو تم کہتے ہو۔ خدا کی قسم! عثمان کو تُو نے صرف اس لئے والی کیا کہ کل کو وہ تیری طرف واپس کر دے۔ مگر اللہ تعالیٰ ہر روز نئی شان میں ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا اے علیؑ! جان پر راہ نہ دے۔ میں نے لوگوں سے مشورہ کر لیا ہے وہ عثمان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ پس حضرت علی علیہ السلام یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ عنقریب کتاب اپنی اجل کو پہنچے گی یعنی حکمِ صبر کی مدّت پوری ہو جائیگی (تاریخ طبری)۔

تاثرات بعض صحابہ کرام

بحق امیرالمؤمنین علیہ السّلام

فقال المقداد یا عبد الرّحمٰن اما واللہ لقد ترکتہ من الّذین یقضون وبہ یعدلون وقال یا مقداد واللہ لقد اجتھدت للمسلمین قال ان کنت اردت بذالك اللہ ثواب المحسنین فقال المقداد ما رأیت مثل اوتی الیٰ اھل ھذا البیت بعد نبیّھم انّی لا اعجب من قریش انّھم ترکوا رجلاً ما اقول ان احد اعلم ولا اقضی منہ بالعدل اما واللہ لو اجد علیہ اعوانًا فقال عبد الرّحمٰن یا مقداد اتّق اللہ فانّی خائف علیك الفتنۃ قال رجل المقداد رحمك اللہ من اھل ھذا البیت بنو عبدالمطلب والرّجل علی بن ابی طالب فقال علی انّ النّاس ینظرون الیٰ قریش وقریش تنظر الیٰ بیتھا فتقول ان ولی علیکم بنو ھاشم لم تخرج منھم ابدًا وما کانت فی غیرھم من قریش وتداولتموھا بینکم۔

ترجمہ:۔ پس حضرت مقداد نے کہا کہ اے عبدالرحمٰن! تُو نے ایسے لوگوں کو چھوڑ دیا جو حق کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ

عدل کرتے ہیں۔ اور اس نے کہا اَے مقداد! مَیں نے مسلمانوں کے لئے بہت کوشش کی۔ کہا اگر یہ ارادہ ہے تو اللہ اس کا تمہیں ثواب دے گا۔ پس حضرت مقداد نے پھر کہا یہ جو کچھ اہلبیت دیئے گئے ہیں رسُولؐ اللہ کے بعد مَیں ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھتا اور تحقیق مَیں قریش سے تعجّب کرتا ہُوں کہ اُنہوں نے ایسے آدمی کو چھوڑ دیا جس سے بڑھ کر نہ کوئی عالم ہے اور نہ کوئی قاضی یا لعدل ہے کاش! اس کی مدد کے لئے میرے پاس آدمی ہوتے۔ پس عبدالرحمٰن نے کہا اَے مقداد! تجھ پر خدا کی رحمت ہو یہ گھر کونسا ہے اور وہ آدمی کون ہے کہا اہلبیت عبدالمطلب کے بیٹے ہیں اور وہ آدمی علیؑ بن ابی طالب ہے۔ اسی پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ قریش کا مُنہ تکتے ہیں اور قریش اپنے اپنے گھروں کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم پر بنی ہاشم والی ہو گئے تو ولایت ان کے گھر سے ہمیشہ ہمیشہ نہ نکلے گی اور جو غیر کے پاس ہو گی اسس کو تم پھراتے رہو گے۔

حمایتِ عمّار بحقِ اہلبیت بوقتِ شوریٰ

قال عمّار ! یّھا النّاس انّ اللہ عزّ وجلّ اکرمنا بنبیّہٖ وعزّنا بدینہٖ فانی تصرفون ہ ھذ االامر عن اھلبیت نبیّکم فقال رجل من بنی مخزوم لقد عدت طورک یا بن سمیّۃ واماانت وما تامر قریش۔ کہ حضرت عمار یاسرؓ نے کہا اَے لوگو! تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے نبی کے ساتھ مکرّم کیا اور عزت بخشی اپنے دین کے ساتھ اس امر کو تم اپنے نبی کے اہل بیت سے کہاں لئے جاتے ہو پس ایک آدمی نے بنی مخزوم سے کہا، اَے سمیّہ کے بیٹے! اپنی حد سے آگے نہ بڑھ قریش کی امیر سازی میں تُو کون ہے۔ اس پر بنی ہاشم حمایتِ عمار میں بگڑ گئے۔

سمجھئے قارئینِ کرام! یہ ہے حضرت امیر کی اطاعت اور رضامندی ان کے شورائی خلفاء کی نسبت اگر آپ قرآن کی تفسیر کرتے تو کیا تفسیر کے خود ہی مُنکر ہو جاتے صرف الزام ہے ورنہ آپ نے کبھی نہیں کہا کہ ہم اہلبیت حقدار تھے نہ معلوم یہ سیادت کے مدعی آلِ محمدؐ کے یہ جذبات دیکھ کر پھر بھی متاثر نہیں ہوتے، خون سفید ہو گئے ہیں یا ویسے تعلق ہی نہیں۔ ہم تو اہل بیت کے جذبات کا احترام کرتے ہیں۔ جہاں وہ ناراض تھے ہم ناراض ہیں ان کی مجبوریوں کا پُورا پورا احساس ہے۔

سُبحان اللہ! جناب امیرؑ الزام دے رہے ہیں۔ مدعی صاحب تفسیر قرآن بنا کر اس پہ شیخ مرحوم کے لطائف اور براہین بھی نکال رہے ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ بدر میں تخصیص اور تقدیم بھی حضرت عُمر نے ہی کی تھی۔ نہ کوئی تفسیر قرآن تھی نہ حدیث، مگر اندھے کو اندھیرے میں بہت دُور کی سُوجھی۔

صحیفہ علویہ ص۳۷ والا وصیاء من بعدہ آئمّتی کی دُعاء سے خلفاء ثلاثہ کی امامت کا جناب امیرؑ سے اقرار کرانا دیانندی استدلال ہے جیسا کہ دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم یا الحمد للہ ربّ العالمین سے یہ استدلال کیا تھا کہ یہ خُدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ ورنہ اگر خدا کا کلام ہے تو خدا سے بڑا کون خدا ہے جس کے نام سے اللہ خود شروع کر رہا ہے اور اس کی تعریف کر رہا ہے۔ وہ اندھا یہ نہ سمجھا کہ یہ تعلیمی کلام ہے۔ خداوند تعالےٰ ہم کو تعلیم دے رہا ہے کہ یُوں پڑھا کرو۔ اور یہاں مدعی صاحب بھی نہیں سمجھے کہ کلام آئمہؑ اکثر برائے تعلیم ہوتا ہے۔ جملہ زیارات السّلام علیکم یا اھل بیت النّبوّۃ سے شروع ہوتی ہیں جو آئمہؑ نے ہم کو خود تعلیم کی ہیں کہ یُوں کہا کرو۔ اگر جناب امیرؑ

دُعائے نیم شبی ہیں ان کی امامت کا پیش خدا اقرار کرتے تو ان کی سیرت کے ماننے سے انکار نہ کرتے، ان کے فتویٰ پر کیوں اعتراض کرتے۔ دیکھئے!

فقام الیہ علی موقف تحت المنبر فاخذ عبد الرّحمٰن بیدہ فقال هل انت مبایعنی علی کتاب اللہ وسنّۃ نبیّہ وفعل ابی بکر و عمر قال اللّٰھمّ لا ولکن علی جهدی من ذالك وطاقتی۔ کہ حضرت علی علیہ السّلام منبر کے نیچے کھڑے ہو گئے پس عبد الرحمٰن نے آپ کا ہاتھ پکڑا۔ پس کہا کیا وعدہ کرتے ہو کہ میں کتاب اللہ، سنّتِ رسول اللہ پر غور و اپنی طاقت اور جہد کے مطابق چلوں گا۔

مبلّغ اعظم اکیڈمی کی دیگر مطبوعات

فتوحاتِ شیعہ مبلّغ اعظم مولانا محمد اسماعیل قدس سرّہٗ کے مناظروں کا عظیم مجموعہ۔ قیمت -/۴۰ روپے

مجموعۂ تقاریر مبلّغ اعظمؒ مبلّغ اعظمؒ کی مخصوص و مکمّل مجالس کا نادر مجموعہ جس میں ختم نبوّت کے موضوع پر شہرت یافتہ تاریخی تقریر بھی شامل ہے۔ قیمت ۲۸ روپے

معیارِ صحابیّت: تقدیس صحابیّت پر اُٹھنے والے فتنوں کا سدِ باب
مصنّفہ مولانا سید ذیلشان حیدر جوادی (زیرِ طبع) قیمت ۱۰ روپے

حدیث **انا مدینۃ العلم** کی علمی تحقیق و توثیق بجواب مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی
از قلم: مبلّغ اعظم مولانا محمد اسماعیل قدس سرّہٗ (زیرِ طبع)

دس مجلسیں مولانا سید غلام عسکری صاحب لکھنوی کی بلند پایہ تقاریر کا عظیم مجموعہ۔ جسکی مقبولیّت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔
قیمت -/۳۰ روپے

گلدستۂ عملیات

ترجمہ گلہای ارغوان

در آثار اسماء حسنیٰ، خواص آیات قرآنیہ، ختومات مجربہ خصوصاً
عملِ اُمِّ موسیٰؑ، فالنامے، قیافہ شناسی، تعبیر خواب ابن سیرینؒ و ادویہ قدیمہ وغیرہ

مؤلف:

حجۃ الاسلام آقای حاج میرزا رضا سقازادہ، واعظ تہران، ایران

مترجم: مولانا الحاج ناصر حسین نجفی

یہ کتاب دنیائے عملیات میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ جو ایران میں بارہا چھپ کر داد و تحسین حاصل کر چکی ہے۔ اس موضوع پر اس سے بہتر آج تک کوئی کتاب منظرِ عام پر نہیں آئی۔ ۵۰ روپے

ناشر: مبلغ اعظم اکیڈمی

5/R/22 سیٹلائٹ ٹاؤن جوہر آباد، خوشاب۔ فون: 2049